سوشلسٹ معیشت کے قوانین

سوویت یونین میں
سوشلزم کے معاشی مسائل

جوزف اسٹالن

مترجم: شاداب مرتضی

جاری کردہ: پاکستان مزدور کسان پارٹی

سوویت یونین میں سوشلزم کے معاشی مسائل

جوزف اسٹالن

مترجم: شاداب مرتضی

جاری کردہ: پاکستان مزدور کسان پارٹی

فہرست

1۔ سوشلزم میں معاشی قوانین کا کردار

2۔ سوشلزم کے تحت اجناس کی پیداوار

3۔ سوشلزم کے تحت قدر کا قانون

4۔ شہر اور دیہات کے درمیان اور ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان تضاد کا خاتمہ، اور ان کے درمیان امتیازات کا خاتمہ

5۔ واحد عالمی مارکیٹ کی تحلیل اور عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے بحران کی گہرائی

6۔ سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگوں کی ناگزیریت

7۔ جدید سرمایہ داری اور سوشلزم کے بنیادی اقتصادی قوانین

8۔ دیگر سوالات

9۔ سیاسی معیشت پر مارکسی نصابی کتاب کی بین الاقوامی اہمیت

10۔ سیاسی معیشت پر نصابی کتاب کو بہتر بنانے کے طریقے

11۔ کامریڈ الیکزینڈر ایلچ نوتکن کو جواب

12۔ کامریڈ ایل۔ ڈی۔ یاروشینکو کی غلطیوں کے بارے میں

13۔ کامریڈ اے۔ وی۔ سانینا اور وی۔ جی۔ وینزر کو جواب

نومبر 1951 کی بحث سے متعلق معاشی سوالوں پر تاثرات

میں نے معاشی بحث کا وہ تمام مواد وصول کر لیا ہے جسے سیاسی معیشت کی نصابی کتاب کے مسودے کا جائزہ لینے کے لیے مرتب کیا گیا تھا۔ موصول شدہ مواد میں "سیاسی معیشت کی نصابی کتاب کے مسودے کی بہتری کے لیے تجاویز"، مسودے میں "غلطیوں اور غیر درست باتوں کو دور کرنے کے لیے تجاویز"، اور "متنازعہ معاملات پر میمورینڈم" شامل ہیں۔

اس تمام مواد پر، اور نصابی کتاب کے مسودے پر، میں مندرجہ ذیل تبصرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

1۔ سوشلزم میں معاشی قوانین کا کردار

بعض کامریڈ سوشلزم میں سائنسی قوانین اور خصوصاً سیاسی معیشت کے قوانین کے معروضی کردار کا انکار کرتے ہیں۔ وہ اس بات کو مسترد کرتے ہیں کہ سیاسی معیشت کے قوانین، قوانین کے ماتحت ایسی فعلیتوں (Processes) کی عکاسی کرتے ہیں، جو انسانی ارادے سے آزاد عمل پذیر ہوتی ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ تاریخ نے سوویت ریاست کو جو مخصوص کردار سونپا ہے اس کے پیشِ نظر سوویت ریاست اور اس کے رہنما سیاسی معیشت کے موجودہ قوانین ختم کر سکتے ہیں اور نئے قوانین کی "تشکیل" یا انہیں "تخلیق" کر سکتے ہیں۔

یہ کامریڈ شدید غلطی پر ہیں۔ یہ واضح ہے کہ وہ سائنسی قوانین کو، جو فطرت اور سماج میں معروضی فعلیتوں کی عکاسی کرتے ہیں، ایسی فعلیتیں جو انسانی ارادے سے آزاد وقوع پذیر ہوتی ہیں، انہیں ان قوانین کے ساتھ الجھاتے ہیں جو حکومتیں جاری کرتی ہیں، جو انسانی ارادے کے ذریعے وجود میں آتے ہیں، اور جن کی افادیت صرف عدالتی ہوتی ہے۔ لیکن انہیں الجھانا نہیں چاہیے۔

مارکس ازم سائنس کے قوانین کو، خواہ یہ فطرتی سائنس کے قوانین ہوں یا سیاسی معیشت کے، ایسی معروضی فعلیتوں کی عکاسی قرار دیتا ہے جو انسانی ارادے سے آزاد وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ انسان ان قوانین کو دریافت کر سکتا ہے، انہیں سمجھ سکتا ہے، ان کا مطالعہ کر سکتا ہے، اپنی سرگرمیوں میں ان سے مطابقت پیدا کر سکتا ہے اور سماج کی بھلائی کے لیے انہیں استعمال کر سکتا ہے، لیکن وہ انہیں تبدیل یا ختم نہیں کر سکتا۔ نہ ہی وہ سائنس کے قوانین تشکیل دے سکتا ہے اور نہ انہیں تخلیق کر سکتا ہے۔

کیا اس بات کا مطلب، مثال کے طور پر، یہ ہے کہ فطرت کے قوانین کے عمل کے نتائج، فطرت کی قوتوں کے عمل کے نتائج، سے بچنا ناممکن ہے، کہ فطرت کی قوتوں کا تباہ کن عمل ہمیشہ اور ہر جگہ ایسی ناگزیر اور اٹل قوت کے ساتھ ہوتا ہے

جو انسان کے اثر کے سامنے نہیں جھک سکتی؟ نہیں، اس کا مطلب یہ نہیں ہے۔ فلکیاتی، جغرافیائی اور اسی قسم کی دوسری فعلیتوں کو ایک طرف کرتے ہوئے، جن پر قابو پانے میں انسان واقعی بے بس ہے، خواہ وہ ان کے ارتقاء کے قوانین کو سمجھ ہی کیوں نہ لے، دوسرے کئی معاملوں میں انسان بے بس ہونے سے بہت پرے ہے، ان معنی میں کہ وہ فطرت کی قوتوں پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ ان تمام معاملات میں، فطرت کے قوانین کو جان کر، ان سے مطابقت پیدا کر کے اور ان پر انحصار کرتے ہوئے، اور ذہانت کے ساتھ ان کا اطلاق کرتے ہوئے، انسان ان کا دائرۂ کار محدود کر سکتا ہے اور فطرت کی تباہ کن قوتوں کو ایک مختلف سمت دے سکتا ہے اور انہیں سماج کے مفاد میں استعمال کر سکتا ہے۔

ایسی بہت سے مثالوں میں سے ایک مثال لیتے ہیں۔ پرانے وقتوں میں بڑے دریاؤں کا لبریز ہو جانے کو، سیلاب کے نتیجے میں گھروں اور فصلوں کے تباہ ہو جانے کو ایک ایسی آفت سمجھا جاتا تھا جس سے بچنا ناممکن تھا، جس کے خلاف انسان بے بس تھا۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اور انسان کے علم میں اضافے سے، جب انسان نے ڈیم اور پانی سے بجلی پیدا کرنے کے لیے بجلی گھر بنانا سیکھ لیا تو یہ ممکن ہو گیا کہ سماج کو سیلاب کی آفت سے بچایا جا سکے جس سے بچنا پہلے ممکن نہیں تھا۔ مزید یہ کہ، انسان نے فطرت کی تباہ کن قوتوں کو قابو کرنا، انہیں کام میں لانا سیکھ لیا، یعنی، پانی کی قوت کو بدل کر اسے سماجی مفاد کے لیے استعمال کرنا اور اس کے زریعے کھیتوں کو پانی دینا اور بجلی پیدا کرنا، سیکھ لیا۔

کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح انسان نے فطرت کے قوانین، سائنس کے قوانین، کو ختم کر دیا اور فطرت کے، سائنس کے، نئے قوانین تخلیق کر لیے؟ نہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ پانی کی تباہ کن قوتوں کے اثر سے بچنے اور انہیں سماجی مفاد کے لیے استعمال کرنے کا یہ عمل سائنس کے قوانین کی خلاف ورزی، تبدیلی یا خاتمے کے بغیر یا نئے سائنسی قوانین کو تخلیق کیے بغیر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، یہ تمام عمل فطرت اور سائنس کے قوانین کے ساتھ بالکل درست مطابقت کے زریعے ہوتا ہے کیونکہ فطرت کے قوانین کی کسی بھی قسم کی خلاف ورزی، خواہ یہ کتنی ہی معمولی ہو، معاملات کو بگاڑ دے گی اور مذکورہ عمل کو بیکار بنا دے گی۔

اقتصادی قوانین کے بارے میں، سیاسی معیشت کے قوانین کے بارے میں، بھی یہی کہنا چاہیے، خواہ اس بات کا تعلق سرمایہ دارانہ دور سے ہو یا سوشلزم کے دور سے۔ یہاں بھی اقتصادی ترقی کے قوانین، فطری سائنس کی طرح، معروضی قوانین ہیں، جو اقتصادی ترقی کی ایسی فعلیتوں کی عکاسی کرتے ہیں جو انسانی ارادے سے آزاد عمل پذیر ہوتی ہیں۔ انسان ان قوانین کو دریافت کر سکتا ہے، انہیں سمجھ سکتا ہے، ان پر انحصار کرتے ہوئے، انہیں سماجی مفاد میں استعمال کر سکتا ہے، بعض قوانین کے تباہ کن عمل کو مختلف سمت دے سکتا ہے، ان کے عمل کے دائرے کو محدود کر سکتا ہے، اور بعض دیگر قوانین کو جو آگے آنے کے لیے زور لگا رہے ہیں، انہیں آگے آنے کا مکمل موقع دے سکتا ہے؛ لیکن وہ ان نئے اقتصادی قوانین کو تباہ یا تخلیق نہیں کر سکتا۔

سیاسی معیشت کا ایک امتیازی پہلو یہ ہے کہ اس کے قوانین، فطرت کی سائنس کے قوانین کے برعکس، غیر مستقل ہوتے ہیں، یا کم از کم ان کی اکثریت، ایک مخصوص تاریخی دور تک ہی فعال رہتی ہے، جس کے بعد یہ نئے قوانین کو جگہ دے دیتے ہیں۔ تاہم، یہ قوانین ختم نہیں کیے جاتے، بلکہ نئے اقتصادی حالات کے سبب یہ اپنی افادیت کھو دیتے ہیں اور نئے قوانین کو جگہ دینے کے لیے منظر سے ہٹ جاتے ہیں، وہ قوانین جو انسانی ارادے سے وجود میں نہیں آتے بلکہ نئے اقتصادی حالات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اینگلز کی تصنیف " قاطع ڈیورنگ " کا، اس کے اس کلیے (فارمولے) کا، حوالہ دیا جاتا ہے جو کہتا ہے کہ سرمایہ داری کے خاتمے اور ذرائع پیداوار کی سماج کاری کے ساتھ، انسان اپنے ذرائع پیداوار پر غلبہ حاصل کر لے گا، کہ وہ سماجی اور اقتصادی تعلقات کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا اور اپنی سماجی زندگی کا "مالک" بن جائے گا۔ اینگلز اس آزادی کو "ضرورت کا ادراک" کہتا ہے۔ اور اس "ضرورت کے ادراک" کا کیا مطلب ہے؟ اس کا مطلب ہے کہ معروضی قوانین کو سمجھ کر ("ضرورت")، انسان اپنے پورے شعور کے ساتھ سماج کے مفادات کے لیے ان کا اطلاق کرے گا۔ اسی وجہ سے اینگلز اسی کتاب میں کہتا ہے: "اس کے اپنے سماجی عمل کے قوانین، جو اب تک انسان کے سامنے اس سے اجنبی فطرت کے قوانین کے طور پر کھڑے رہے، اور اس پر غالب رہے، تب پوری سمجھ کے ساتھ استعمال کیے جائیں گے اور اس طرح اس کی مہارت میں آ جائیں گے۔"

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں، اینگلز کا کلیہ ہرگز ان لوگوں کی حمایت میں نہیں بولتا جو یہ سمجھتے ہیں کہ سوشلزم میں موجودہ اقتصادی قوانین ختم کیے جا سکتے ہیں اور نئے قوانین تخلیق کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس، اس کا مطالبہ ان کا خاتمہ نہیں بلکہ اقتصادی قوانین کو سمجھنا اور ذہانت کے ساتھ ان کا اطلاق کرنا ہے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ اقتصادی قوانین اپنی خاصیت میں بنیادی ہیں، کہ ان کے عمل سے بچنا ممکن نہیں اور سماج ان کے سامنے بے بس ہے۔ یہ سچ نہیں ہے۔ یہ قوانین کو جادو بنا دینا اور خود کو قوانین کا غلام بنا دینا ہے۔ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سماج قوانین کے سامنے بے بس نہیں، کہ اقتصادی قوانین کو سمجھ کر اور ان پر انحصار کرتے ہوئے، سماج ان کے دائرۂ عمل کو محدود کر سکتا ہے، انہیں سماج کے مفاد میں استعمال کر سکتا ہے اور انہیں قابو کر سکتا ہے، جس طرح فطرت کی قوتوں اور ان کے قوانین کے معاملے میں، جس طرح بڑے دریاؤں کے لبریز ہو جانے کی اوپر دی گئی مثال میں، بیان کیا گیا ہے۔

سوشلزم کی تعمیر میں سوویت حکومت کے خصوصی کردار کا حوالہ دیا جاتا ہے جو مبینہ طور پر اسے اس قابل بناتا ہے کہ یہ اقتصادی ترقی کے موجودہ قوانین ختم کر دے اور "نئے" قوانین تشکیل دے۔ یہ بات بھی سچ نہیں ہے۔

سوویت حکومت کا مخصوص کردار دو وجوہات کی بناء پر تھا: اول، کہ جو کام سوویت حکومت کو کرنا تھا وہ یہ نہیں تھا کہ ظلم کی ایک شکل کو دوسری سے بدل دے، جیسا کہ پچھلے انقلابوں میں ہوا، بلکہ ظلم کو مکمل طور پر ختم کر دے؛ دوئم، ملک میں بنی بنائی ابتدائی سوشلسٹ معیشت کی غیر موجودگی کے پیشِ نظر، اسے "صفر سے آغاز کرتے ہوئے" معیشت کی نئی، سوشلسٹ شکلیں تخلیق کرنا پڑیں۔

یہ بے شک ایک مشکل، پیچیدہ اور بے نظیر کام تھا۔ تاہم، سوویت حکومت نے یہ ہدف سرخروئی سے مکمل کیا۔ لیکن اس نے اسے اس لیے حاصل نہیں کیا کہ اس نے موجودہ اقتصادی قوانین ختم کر دیے اور نئے قوانین "تشکیل" دیئے بلکہ صرف اس وجہ سے کہ اس نے اس اقتصادی قانون پر انحصار کیا کہ پیداواری رشتوں کو لازما پیداواری قوتوں کے کردار کے ساتھ مطابقت پیدا کرنا چاہیے۔ ہمارے ملک کی پیداواری قوتیں، خصوصا صنعت میں، اپنی خاصیت میں سماجی تھیں، اور ملکیت کی شکل، دوسری جانب، نجی تھی، سرمایہ دارانہ تھی۔ اس اقتصادی قانون پر انحصار کرتے ہوئے کہ پیداواری تعلقات لازمی طور پر پیداواری قوتوں کے کردار کے موافق ہونا چاہییں، سوویت حکومت نے ذرائع پیداوار کو سماجی بنادیا، انہیں تمام عوام کی ملکیت بنادیا، اوراس طرح ظلم کا نظام ختم کرکے معیشت کی سوشلسٹ شکلیں تخلیق کیں۔ اگر یہ قانون نہ ہوتا اور سوویت حکومت اس پر انحصار نہ کرتی تو یہ اپنا مقصد حاصل نہیں کرسکتی تھی۔

یہ اقتصادی قانون کہ پیداواری تعلقات کو لازمی طور پر پیداواری قوتوں کے کردار کے موافق ہونا چاہیے طویل عرصے سے سرمایہ دارانہ ملکوں میں آگے آنے کے لیے زور لگاتا رہا ہے۔ اگر اب تک یہ کھل کر آگے آنے میں ناکام رہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اسے سماج کی متروک قوتوں کی طرف سے سخت مزاحمت کا سامنا ہے۔ یہاں ہمارے پاس اقتصادی قوانین کی ایک اور ممتاز خوبی (خاصیت) ہے۔ فطرتی سائنسوں کے برعکس، جہاں کسی نئے قانون کی دریافت اوراس کا اطلاق کم و بیش ہموار انداز سے ہوتا ہے، اقتصادی میدان میں نئے قانون کی دریافت اوراس کے اطلاق کو اس لیے سماج کی متروک قوتوں کی جانب سے سخت ترین مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیونکہ یہ ان کے مفادات کو متاثر کرتا ہے۔

اس لیے ایک ایسی قوت، سماجی قوت، ضروری ہوتی ہے جو اس مزاحمت پر قابو پانے کی اہلیت رکھتی ہو۔ ہمارے ملک میں، ایسی قوت مزدور طبقے اور کسانوں کا اتحاد تھا جو سماج کی اکثریت کی نمائندگی کرتا تھا۔ سرمایہ دار ملکوں میں اس طرح کی کوئی قوت نہیں ہے۔ یہ اس راز کی وضاحت ہے کہ سوویت حکومت کیوں سماج کی پرانی طاقتوں کو پاش پاش کر دینے کے قابل تھی، اور کیوں ہمارے ملک میں اس اقتصادی قانون کو پوری گنجائش ملی کہ پیداواری تعلقات لازما پیداواری قوتوں کے کردار کے موافق ہونا چاہییں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ ہمارے ملک میں قومی معیشت کی متوازن (متناسب) ترقی سوویت حکومت کو اس قابل بناتی ہے کہ یہ موجودہ اقتصادی قوانین ختم کردے اور نئے قوانین تخلیق کرے۔ یہ بالکل بھی سچ نہیں ہے۔ ہمارے سالانہ اور پنج سالہ (پانچ سال پر مشتمل) منصوبوں کو قومی معیشت کی متوازن، متناسب ترقی کے معروضی قوانین سے بالکل بھی نہیں الجھانا چاہیے۔ قومی معیشت کی متوازن ترقی کا قانون سرمایہ داری میں پیداوار کے نراج (انتشار) اور مسابقت کے قانون کی مخالفت میں ابھرا۔ یہ ذرائع پیداوار کو سماجی بنانے سے نمودار ہوا جب پیداوار کے نراج اور مسابقت کا قانون اپنی حیثیت کھو چکا تھا۔ یہ اس لیے عمل میں آیا کیونکہ سوشلسٹ معیشت کو صرف قومی معیشت کی متوازن ترقی کے اقتصادی قانون کی بنیاد پر ہی چلایا جاسکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ملکی معیشت کی متوازن ترقی کا قانون ہمارے منصوبہ بندی کے اداروں

کے لیے یہ ممکن بناتا ہے کہ پیداوار کی منصوبہ بندی درستگی کے ساتھ کریں۔ لیکن امکان کو حقیقت سے نہیں الجھانا چاہیے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ امکان کو حقیقت میں بدلنے کے لیے، یہ ضروری ہے کہ اقتصادی قانون کا مطالعہ کیا جائے، اس پر مہارت حاصل کی جائے، مکمل سمجھداری سے اس کا اطلاق کرنا سیکھا جائے، اور ایسے منصوبے مرتب کیے جائیں جو اس قانون کی طلب (ضرورت) کی مکمل عکاسی کرتے ہوں۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس اقتصادی قانون کی ضروریات ہمارے سالانہ اور پنج سالہ منصوبوں میں پوری طرح سے منعکس ہوتی ہیں۔

یہ کہا جاتا ہے کہ سوشلزم کے تحت ہمارے ملک میں نافذالعمل بعض اقتصادی قوانین کی، قدر کے قانون سمیت، "ماہیت" بدل دی گئی ہے۔ حالانکہ ہمارے ملک میں یہ کلیہ پہلے ہی طویل عرصے سے موجود ہے کہ اقتصادی قوانین کی ماہیت بدل گئی ہے، لیکن درستگی کی خاطر اسے لازماً ترک کر دینا چاہیے۔ کسی ایک یا دوسرے اقتصادی قانون کا دائرۂ کار محدود کیا جا سکتا ہے، اس کے نقصان دہ اثر سے، یعنی، یقیناً، اگر یہ نقصان دہ ہونے کا ذمہ وار ہو، بچا جا سکتا ہے، لیکن اس کی "ماہیت" کو بدلا یا اسے "ختم" نہیں کیا جا سکتا۔

نتیجے کے طور پر، جب ہم فطرت کی قوتوں کو یا اقتصادی قوتوں کو "زیرِ اثر" رکھنے کی، "مغلوب" رکھنے وغیرہ کی بات کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ انسان سائنس کے قوانین کو "ختم" کر سکتا ہے یا ان کی "تشکیل" کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس، اس کا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان قوانین دریافت کر سکتا ہے، انہیں سمجھ سکتا ہے اور ان پر مہارت حاصل کر سکتا ہے، پوری سمجھداری سے ان کا اطلاق کر سکتا ہے، سماج کے مفاد میں انہیں استعمال کر سکتا ہے اور اس طرح ان پر غلبہ پا سکتا ہے، ان پر عبور حاصل کر سکتا ہے۔

لہٰذا، سوشلزم کے تحت (بھی) سیاسی معیشت کی قوانین معروضی قوانین ہوتے ہیں، جو اس حقیقت کی عکاسی کرتے ہیں کہ اقتصادی زندگی کی فعلیتیں پابندِ قوانین ہیں اور ہمارے ارادے سے آزاد عمل پذیر ہیں۔ جو لوگ اس بات سے انکار کرتے ہیں وہ درحقیقت سائنس کی تردید کرتے ہیں، اور سائنس کی تردید کر کے، وہ پیشگوئی کے تمام امکان کی تردید کر رہے ہیں، اور نتیجے میں، براہِ راست اقتصادی سرگرمی کے امکان سے انکار کر رہے ہیں۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب درست ہے اور عام طور پر جانی مانی بات ہے؛ لیکن اس میں کوئی نئی بات نہیں اور اس لیے عام طور پر جانی پہچانی حقیقتوں کو دوہرانے میں وقت ضائع کرنا بیکار ہے۔ یقیناً، اس میں کوئی نئی بات نہیں؛ لیکن یہ سوچنا غلط ہوگا کہ ان سچائیوں کو دوہرانے میں وقت صرف کرنا بیکار ہے جو ہمیں پہلے ہی اچھی طرح معلوم ہیں۔ سچائی یہ ہے کہ ہر سال ہزاروں کی تعداد میں جوان اور نئی قوتیں ہم سے، رہنمائی کرنے والی بنیاد سے، جڑ رہی ہیں، جو ہماری مدد کرنے اور اپنی قدر و قیمت ثابت کرنے کی پرجوش خواہش رکھتی ہیں، لیکن جن کے پاس معقول مارکسی تعلیم نہیں ہے، جو ان بہت سی جانی پہچانی سچائیوں سے واقف نہیں جنہیں ہم جانتے ہیں، اور اسی لیے وہ اندھیرے میں بھٹکنے پر مجبور ہیں۔ وہ سوویت حکومت کے بھاری بھرکم کارناموں سے حیرت زدہ ہیں، ان کی آنکھیں سوویت نظام کی زبردست کامیابیوں سے چندھیا گئی

ہیں، اور وہ یہ سوچنا شروع کر دیتی ہیں کہ سوویت حکومت "کچھ بھی" کر سکتی ہے، کہ کچھ بھی اس کی دسترس سے "باہر نہیں ہے"، کہ یہ سائنسی قوانین کو ختم کر کے نئے قوانین بنا سکتی ہے۔ ایسے کامریڈوں کے ساتھ ہمیں کیا کرنا ہے؟ ہم انہیں مارکس ازم-لینن ازم کی تعلیم کس طرح دیں؟ میرا خیال ہے کہ نام نہاد "عام طور پر جانی مانی" سچائیوں کا منظم انداز سے دہراؤ اور صبر کے ساتھ ان کی وضاحت ان کامریڈوں کو مارکسی تعلیم دینے کے بہترین طریقوں میں سے ایک ہے۔

2۔ سوشلزم کے تحت اجناس کی پیداوار

بعض کامریڈوں کا دعوی ہے کہ ہمارے ملک میں اقتدار حاصل کرنے اور زرائع پیداوار کو قومی تحویل میں لینے کے بعد اجناس کی پیداوار کو برقرار رکھ کر پارٹی نے غلط اقدام کیا۔ ان کا خیال ہے کہ پارٹی کو اجناس کی پیداوار کو اسی وقت ختم کر دینا چاہیے تھا۔ اس بارے میں وہ اینگلز کا حوالہ دیتے ہیں، جو کہتا ہے: "سماج کے ہاتھوں زرائع پیداوار پر قبضے کے ساتھ اجناس کی پیداوار کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ پیداوار کرنے والے پر پیداوار کی حاکمیت کا بھی۔"

یہ کامریڈ سخت غلطی پر ہیں۔

آیئے اینگلز کے کلیے کا جائزہ لیں۔ اینگلز کے کلیے کو مکمل طور پر صاف اور واضح قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ یہ اس بات کا اشارہ نہیں دیتا کہ آیا یہ سماج کے ہاتھوں تمام زرائع پیداوار پر قبضے کا حوالہ دے رہا ہے یا صرف اس کے ایک حصے کا، یعنی، آیا تمام زرائع پیداوار کو عوامی ملکیت میں تبدیل کیا جاتا ہے یا ایک حصے کو۔ چنانچہ، اینگلز کے اس کلیے کو دونوں طرح سے سمجھا جا سکتا ہے۔

قاطع ڈیورنگ میں اینگلز دوسرے مقام پر "تمام زرائع پیداوار" پر عبور کی، "تمام زرائع پیداوار" پر ملکیت کی بات کرتا ہے۔ چنانچہ، اس کلیے میں اینگلز کے ذہن میں زرائع پیداوار کے ایک حصے کی نہیں بلکہ تمام ذرائع پیداوار کو قومی تحویل میں لینے کی، یعنی انہیں عوامی ملکیت میں بدل دینے کی بات ہے نہ صرف صنعتی بلکہ زرعی زرائع پیداوار بھی۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اینگلز کے ذہن میں وہ ممالک ہیں جہاں سرمایہ داری اور پیداوار کا ارتکاز صنعت اور زراعت میں اس قدر زیادہ ترقی کر چکا ہے کہ وہ ملک کے تمام زرائع پیداوار کو عوامی ملکیت میں منتقل کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ لہذا، اینگلز کا خیال ہے کہ ایسے ملکوں میں، تمام زرائع پیداوار کو سماجی بنانے کے ساتھ ساتھ، اجناس کی پیداوار کا بھی خاتمہ کر دینا چاہیے، اور یہ بات یقینا درست ہے۔

جب قاطع ڈیورنگ شائع کی گئی تو اس وقت، گزشتہ صدی (انیسویں صدی) کے آخر میں ایسا صرف ایک ملک تھا– برطانیہ۔ وہاں صنعت اور زراعت دونوں میں سرمایہ داری کی ترقی اور پیداوار کا ارتکاز اس سطح پر پہنچ گیا تھا کہ مزدور طبقے

کے ہاتھوں اقتدار حاصل کرنے کی صورت میں ملک کے تمام زرائع پیداوار کو عوامی ملکیت میں منتقل کر دیا جاتا اور اجناس کی پیداوار کا خاتمہ کر دیا جاتا۔

اس مثال میں، میں برطانیہ کے لیے بیرونی تجارت کی اہمیت کے سوال کو اوراس کی قومی معیشت میں اس نے جو وسیع کردار ادا کیا اسے ایک طرف کر دیتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ صرف اس سوال کی تحقیق کے بعد ہی بالآخر یہ فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ مزدور طبقے کی جانب سے اقتدار حاصل کر لینے اور تمام زرائع پیداوار کو قومی تحویل میں لے لیے جانے کے بعد برطانیہ میں اجناس کی پیداوار کا مستقبل کیا ہوتا۔

تاہم، نہ صرف گزشتہ صدی کے اختتام تک، بلکہ آج بھی، کسی دوسرے ملک نے زراعت میں سرمایہ داری کی ترقی اور پیداوار کے ارتکاز کی وہ سطح حاصل نہیں کی جس کا مشاہدہ برطانیہ میں ہوتا ہے۔ جہاں تک دوسرے ملکوں کا تعلق ہے، دیہی علاقوں میں سرمایہ داری کی ترقی کے باوجود، اب بھی وہاں درمیانے اور چھوٹے مالک-پیداواری عناصر کا کافی وسیع طبقہ موجود ہے، جن کے مستقبل کا فیصلہ کرنا ہو گا اگر وہاں مزدور طبقہ اقتدار حاصل کر لے۔

لیکن یہاں سوال یہ ہے: ان ملکوں میں مزدور طبقہ اوراس کی پارٹی کیا کرے، مثال کے طور پر ہمارے ملک میں، جہاں مزدور طبقے کا اقتدار حاصل کرنے اور سرمایہ داری کا تختہ الٹنے کے لیے حالات ساز گار ہوں، جہاں سرمایہ داری نے صنعت میں زرائع پیداوار کا اتنا ارتکاز پیدا کر دیا ہو کہ انہیں حاصل کیا جا سکتا ہو اور سماج کی ملکیت بنایا جا سکتا ہو، مگر جہاں، سرمایہ داری کی ترقی کے باوجود، زراعت متعدد چھوٹے اور درمیانے مالک-پیداوار کرنے والوں میں اس حد تک تقسیم ہو کہ ان پیداوار کرنے والوں کو بیدخل کرنے کا خیال ہی ناممکن بنا دے؟

اینگلز کا کلیہ اس سوال کا جواب فراہم نہیں کرتا۔ درحقیت، اسے اس کا جواب فراہم کرنا بھی نہیں تھا کیونکہ یہ کلیہ ایک دوسرے سوال سے پیدا ہوا تھا، یعنی، یہ سوال کہ تمام زرائع پیداوار کو سماجی بنا دینے کے بعد اجناس کی پیداوار کی قسمت کیا ہو گی؟

لہذا، اگر تمام نہیں بلکہ زرائع پیداوار کے صرف ایک حصے کو سماجی ملکیت بنایا گیا ہے اور پھر بھی مزدور طبقے کے اقتدار کے لیے حالات ساز گار ہیں تو کیا تب مزدور طبقے کو اقتدار حاصل کر لینا چاہیے اوراجناس کی پیداوار کو اس کے فورا بعد ہی ختم کر دینا چاہیے؟

یقینا، ہم اس سوال کے جواب کے طور پر ان نیم مارکسیوں کی رائے کو خاطر میں نہیں لا سکتے جنہیں یقین ہے کہ ان حالات کے تحت اقتدار حاصل کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک کہ سرمایہ داری دسیوں لاکھوں چھوٹے اور درمیانے پیداوار کرنے والوں کو تباہ نہ کر دے اور انہیں زرعی مزدوروں میں نہ بدل دے اور زراعت میں زرائع پیداوار کا ارتکاز نہ کر دے، اور صرف اس کے بعد ہی یہ سوچنا ممکن ہو گا کہ مزدور طبقے کا اقتدار حاصل کیا

جائے اور تمام زرائع پیداوار کو سماجی ملکیت بنادیا جائے۔ قدرتی طور پر، یہ ایسا "حل" ہے جسے مارکسی قبول نہیں کرسکتے اگر وہ خود کو مکمل طور پر رسوا نہیں کرنا چاہتے۔

نہ ہی ہم دوسری قسم کے ایسے نیم مارکسیوں کی رائے کو اس کا جواب قرار دے سکتے ہیں جو سوچتے ہیں کہ یہ کام کرنا ہو گا کہ اقتدار حاصل کیا جائے اور چھوٹے اور درمیانے دیہی پیداوار کرنے والوں کو بے دخل کر دیا جائے اور زرائع پیداوار کو سماجی ملکیت بنادیا جائے۔ مارکسی اس بے تکے اور مجرمانہ راستے کو بھی اختیار نہیں کرسکتے کیونکہ یہ مزدور انقلاب کی فتح کے تمام امکانات کو برباد کردے گا اور کسان طبقے کو ایک طویل عرصے کے لیے مزدور طبقے کے دشمنوں کے کیمپ میں پھینک دے گا۔

اس سوال کا جواب لینن نے اپنی تصنیفات "ٹیکس بطور جنس" اور معروف "امدادِ باہمی کا منصوبہ" میں دیا تھا۔

لینن کے جواب کا اختصار اس طرح کیا جاسکتا ہے:

1۔ اقتدار حاصل کرنے کے ساز گار حالات کو گنوانا نہیں چاہیے – مزدور طبقے کو یہ انتظار کیے بغیر اقتدار حاصل کرنا چاہیے کہ سرمایہ داری دسیوں لاکھوں چھوٹے اور درمیانے انفرادی پیداوار کرنے والوں کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائے؛

2۔ صنعت میں زرائع پیداوار کو حاصل کرکے انہیں عوامی ملکیت میں منتقل کر دینا چاہیے؛

3۔ جہاں تک چھوٹے اور درمیانے انفرادی پیداوار کرنے والوں کا تعلق ہے، انہیں پیداوار کرنے والوں کے امدادِ باہمی کے کھیتوں میں، یعنی بڑے پیمانے کے صنعتی کاروباری اداروں میں، مشترکہ کھیتوں میں، بتدریج متحد کر دینا چاہیے؛

4۔ صنعت کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینا چاہیے اور مشترکہ کھیتوں کو بڑے پیمانے کی پیداوار کے لیے جدید تیکنیکی بنیاد پر قائم کرنا چاہیے، انہیں بے دخل کرکے نہیں، بلکہ اس کے برعکس فراخدلی کے ساتھ انہیں اول درجے کے ٹریکٹر اور دوسری مشینیں فراہم کرکے؛

5۔ شہروں اور دیہاتوں کے درمیان، صنعت اور زراعت کے درمیان، اقتصادی ربط یقینی بنانے کے لیے، اجناس کی پیداوار (خرید و فروخت کے زریعے تبادلہ) ایک مخصوص مدت تک قائم رکھنا چاہیے، شہروں کے ساتھ ایک ایسے اقتصادی ربط کی شکل میں، جو کسانوں کے لیے واحد طور پر قابل قبول ہو، اور سوویت تجارت – ریاست، امدادِ باہمی اور اشتراکی کھیت – کو مکمل طور پر ترقی دینا چاہیے اور ہر قسم اور خصوصیت کے سرمایہ داروں کو تجارتی سرگرمی سے باہر نکال دینا چاہیے۔

ہمارے ملک میں سوشلزم کی تعمیر کی تاریخ نے یہ دکھایا ہے کہ ترقی کے اس راستے نے، جس کا نقشہ لینن نے بنایا تھا، خود کو مکمل طور پر جائز ثابت کیا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ کم یا زیادہ تعداد میں چھوٹے اور درمیانے پیداوار کرنے والوں کے طبقے کے حامل تمام سرمایہ دار ملکوں کے معاملے میں، سوشلزم کی فتح کے لیے ترقی کا یہ راستہ واحد ممکن اور مفید راستہ ہے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ اجناس کی پیداوار ہر طرح کے حالات میں لازمی طور پر سرمایہ داری کی جانب لے جاتی ہے۔ یہ سچ نہیں ہے۔ ہمیشہ اور ہر قسم کے حالات میں نہیں! اجناس کی پیداوار کو سرمایہ داری کے ساتھ مشروط نہیں کرنا چاہیے۔ یہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ سرمایہ دارانہ پیداوار اجناس کی پیداوار کی اعلی ترین شکل ہے۔ اجناس کی پیداوار صرف اسی صورت میں سرمایہ داری کی جانب لے جاتی ہے اگر زرائع پیداوار نجی ملکیت میں ہوں، اگر محنت کی قوت مارکیٹ میں جنس کی حیثیت سے نمودار ہو جسے سرمایہ دار خرید سکتا ہو اور پیداوار کے عمل میں اس کا استحصال کر سکتا ہو، اور اگر، نتیجتا، سرمایہ داروں کے ہاتھوں اجرتی مزدوروں کے استحصال کا نظام ملک میں موجود ہو۔ سرمایہ دارانہ پیداوار تب شروع ہوتی ہے جب زرائع پیداوار نجی ہاتھوں میں مرتکز ہوں اور جب مزدور زرائع پیداوار سے محروم ہوں اور اپنی قوتِ محنت کو جنس کی حیثیت سے فروخت کرنے پر مجبور ہوں۔ اس کے بغیر، سرمایہ دارانہ پیداوار جیسی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

اچھا، تب کیا کیا جائے جب اجناس کی پیداوار کو سرمایہ دارانہ پیداوار میں منتقل کرنے کے حالات موجود نہ ہوں، جب زرائع پیداوار مزید نجی نہ رہے ہوں بلکہ سوشلسٹ ملکیت ہوں، جب اجرتی محنت کا نظام مزید موجود نہ ہو اور قوتِ محنت مزید جنس نہ رہی ہو، اور جب استحصال کا نظام کافی مدت سے ختم ہو چکا ہو — کیا تب بھی یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اجناس کی پیداوار پھر بھی سرمایہ داری کی جانب لے جائے گی؟۔ نہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی، ہمارا معاشرہ بالکل ایسا ہی معاشرہ ہے، ایسا معاشرہ جہاں زرائع پیداوار کی نجی ملکیت، اجرتی محنت کا نظام، اور استحصال کا نظام طویل عرصے سے ختم ہو چکا ہے۔

اجناس کی پیداوار کو، ایک ایسی چیز کے طور پر جو اردگرد کے معاشی حالات سے آزاد ہو، بجائے خود کافی قرار نہیں دینا چاہیے۔ اجناس کی پیداوار سرمایہ دارانہ پیداوار سے پرانی ہے۔ یہ غلام داری سماج میں موجود تھی اور اس کی خدمت گزار تھی لیکن وہاں یہ سرمایہ داری کی جانب نہیں لے گئی۔ یہ جاگیر دارانہ سماج میں بھی موجود تھی اور اس کی خدمت گزار تھی، اور حالانکہ اس نے سرمایہ دارانہ پیداوار کے لیے بعض حالات تیار کیے لیکن یہ سرمایہ داری کی جانب نہیں لے گئی۔ تو پھر، کوئی یہ پوچھ سکتا ہے، کہ اجناس کی پیداوار سرمایہ داری کی جانب لے جائے بغیر، ہمارے سوشلسٹ معاشرے کی مخصوص دورانیے تک خدمت کیوں نہیں کر سکتی، یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ہمارے ملک میں اجناس کی پیداوار اس قدر بے تحاشا اور ہر طرف پھیلی ہوئی نہیں ہے جس طرح یہ سرمایہ دارانہ حالات میں ہوتی ہے، اور ایسے فیصلہ کن معاشی حالات کی سخت حدود میں محدود ہے جیسے کہ زرائع پیداوار کی سماجی ملکیت، اجرتی محنت کے نظام کا خاتمہ اور استحصالی نظام کا اختتام؟

یہ کہا جاتا ہے کہ چونکہ ہمارے ملک میں زرائع پیداوار کی سماجی ملکیت کا غلبہ قائم کر لیا گیا ہے اور اجرتی محنت اور استحصال کے نظام کا خاتمہ کر دیا گیا ہے، اس لیے اجناس کی پیداوار اپنے تمام معنی کھو چکی ہے اور اس لیے اسے ترک کر دینا چاہیے۔

یہ بھی سچ نہیں ہے۔ آج ہمارے ملک میں سوشلسٹ پیداوار کی دو بنیادی شکلیں موجود ہیں: ریاستی، یا عوامی ملکیتی پیداوار اور مشترکہ-کھیتوں کی پیداوار جنہیں عوامی ملکیتی پیداوار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ ریاستی کاروباری اداروں میں، ذرائع پیداوار اور پیداوار، قومی ملکیت ہیں۔ مشترکہ کھیتوں میں، تاہم، ذرائع پیداوار (زمین، مشینیں) ریاست کی ملکیت ہیں، لیکن پیداوار مختلف مشترکہ کھیتوں کی ملکیت ہے، کیونکہ محنت اوراس کے ساتھ ساتھ بیج بھی، ان کے اپنے ہیں، جبکہ زمین، جسے وقتی کاشتکاری کے لیے مشترکہ کھیتوں کو دیا گیا ہے، وہ اسے اپنی ملکیت کے طور پر استعمال کرتے ہیں، اس حقیقت کے باوجود کہ وہ اسے نہ ہی بیچ سکتے ہیں، نہ خرید سکتے ہیں، اور نہ لیز پر دے سکتے اور نہ ہی انہیں رہن رکھ سکتے ہیں۔

اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ ریاست صرف ریاستی کاروباری اداروں کی پیداوار کا تصرف کرتی ہے، جبکہ مشترکہ کھیتوں کی پیداوار، ان کی اپنی ملکیت کی حیثیت سے، صرف انہی کے ذریعے تصرف میں لائی جاتی ہے۔ لیکن مشترکہ کھیت اپنی پیداوار کو اجناس کی شکل کے سواکسی اور صورت میں چھوڑنے پر راضی نہیں ہیں، جس کے تبادلے کے عوض وہ ان اجناس کو حاصل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں جن کی انہیں ضرورت ہے۔ اس وقت مشترکہ کھیت شہروں کے ساتھ اجناس کے رشتے کے علاوہ کسی اور قسم کا معاشی رشتہ تسلیم نہیں کریں گے یعنی خرید و فروخت کے ذریعے تبادلہ۔ اس وجہ سے، اجناس کی پیداواراور تجارت ہمارے لیے آج بھی اتنی ہی ضروری ہیں جتنی کہ تیس سال پہلے، جب لینن نے تجارت کو اعلیٰ ترین حد تک ترقی دینے کی ضرورت کی بات کی تھی۔

یقینا، جب دو بنیادی پیداواری شعبوں کے بجائے، یعنی ریاستی شعبہ اور مشترکہ کھیتوں کا شعبہ، تمام پیداوار کا ایک واحد شعبہ ہوگا، جسے ملک میں پیدا ہونے والی تمام اشیائے صرف کے استعمال کا حق ہوگا، تب اجناس کی ترسیل "پیسے کی معیشت" کی اپنی شکل سمیت، قومی معیشت میں ایک غیر ضروری عنصر کے طور پر، غائب ہو جائے گی۔ لیکن جب تک ایسا نہیں ہوتا، جب تک دو بنیادی پیداواری شعبے موجود رہتے ہیں، تب تک اجناس کی پیداوار اوراجناس کا تبادلہ، قومی معیشت کے ہمارے نظام میں ایک ضروری اور نہایت کارآمد عنصر کے طور پر، لازما نافذ العمل رہے گا۔ ایک واحد اور متحدہ (پیداواری) شعبے کی تشکیل کس طرح عمل میں آئے گی، خواہ مشترکہ کھیتوں کے شعبے کو ریاستی شعبے کے زریعے نگل کر، جو کہ بہت مشکل ہے (کیونکہ اسے مشترکہ کھیتوں کو غصب کرنے کی نگاہ سے دیکھا جائے گا)، یا پھر ایک واحد قومی معاشی ادارہ قائم کرکے (جو ریاستی صنعت اور مشترکہ کھیتوں کے نمائندوں پر مشتمل ہو)، اور جسے یہ حق ہو کہ پہلے ملک کی تمام اشیائے صرف کی پیداوار کا کھاتہ رکھے اور پھر بالآخر، پیداوار کے تبادلے کے ذریعے، اس کی تقسیم کا بھی۔ یہ ایک خاص سوال ہے جس پر الگ سے بحث کرنے کی ضرورت ہے۔

چنانچہ، ہماری اجناس کی پیداوار عام قسم کی نہیں ہے بلکہ اجناس کی پیداوار کی ایک خاص شکل ہے، یعنی سرمایہ داروں کے بغیر اجناس کی پیداوار، جس کا تعلق بنیادی طور پر سوشلسٹ پیداوار کرنے والوں (ریاست، مشترکہ کھیت، امداد باہمی کے اداروں) کی اشیائے صرف سے ہے، جس کے عمل کا دائرہ شخصی صرفے کی چیزوں تک محدود ہے، جو کہ ظاہر ہے سرمایہ

دارانہ پیداوار میں تبدیل ہونے کا امکان نہیں رکھتا، اور جو اپنی "پیسے کی معیشت" کی شکل کے ساتھ سوشلسٹ پیداوار کو مستحکم کرنے اور ترقی دینے کے لیے بنایا گیا ہے۔

لہذا، وہ کامریڈز سراسر غلط ہیں جن کا خیال ہے کہ چونکہ سوشلسٹ معاشرے نے اجناس کی پیداوار کی شکلوں کا خاتمہ نہیں کیا ہے لہذا ان تمام اقتصادی زمروں کا پھر سے نمودار ہو جانا لازم ہے جو سرمایہ داری نظام کی خاصیت ہیں: جنس کے طور پر قوتِ محنت کا، قدرِ زائد کا، سرمائے کا، سرمایہ دارانہ منافعے کا، عمومی شرح منافع کا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ کامریڈز اجناس کی پیداوار کو سرمایہ دارانہ پیداوار سے الجھاتے ہیں اور یہ یقین رکھتے ہیں کہ جب اجناس کی پیداوار ہو گی تو اس کے ساتھ لازما سرمایہ دارانہ پیداوار ہو گی۔ وہ یہ نہیں سمجھ پاتے کہ ہماری اجناس کی پیداوار سرمایہ دارانہ نظام کے ماتحت اجناس کی پیداوار سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔

مزید بر آں، میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں لازمی طور پر بعض دوسرے تصورات کو ترک کر دینا چاہیے، جنہیں مارکس کی تصنیف "سرمایہ" سے لے کر، جس میں مارکس کا مقصد سرمایہ دارانہ نظام کا تجزیہ کرنا تھا، مصنوعی طور پر ہمارے سوشلسٹ تعلقات پر نافذ کیا جاتا ہے۔ میں بشمول دوسرے تصورات کے، اس قسم کے تصورات کا حوالہ دے رہا ہوں جیسے کہ "لازمی" اور "اضافی" محنت، "لازمی" اور "اضافی" پیداوار، "لازمی" اور "اضافی" وقت۔ مارکس نے سرمایہ دارانہ نظام کا تجزیہ اس لیے کیا تاکہ مزدور طبقے کے استحصال کے ماخذ یعنی "قدرِ زائد" کی تشریح کر سکے اور مزدور طبقے کو، جو زرائع پیداوار سے محروم تھا، اسے سرمایہ دارانہ نظام کا تختہ الٹنے کے لیے ایک دانشورانہ / فکری ہتھیار سے مسلح کر سکے۔ یہ فطری بات ہے کہ مارکس نے ایسے تصورات (زمروں) کا استعمال کیا جو مکمل طور پر سرمایہ دارانہ تعلقات سے مطابقت رکھتے تھے۔ لیکن یہ عجیب بات ہے، کم از کم کہا جائے تو، کہ ان تصورت کو اب استعمال کیا جائے جب کہ مزدور طبقہ طاقت اور زرائع پیداوار سے محروم نہیں، بلکہ، اس کے برعکس، زرائع پیداوار پر کنٹرول اور طاقت کا مالک ہے۔ قوت محنت کی بطور جنس بات کرنا، یا مزدوروں کو "کرائے" پر لینے کی بات اس وقت ہمارے نظام میں احمقانہ باتیں ہیں: گویا، مزدور طبقہ جو کہ زرائع پیداوار کا مالک ہے، خود کو کرائے پر لیتا ہے اور اپنی قوت محنت خود کو فروخت کرتا ہے۔ اسی طرح "لازمی" اور "اضافی" محنت کی بات کرنا بھی اس وقت عجیب ہے: گویا، ہمارے موجودہ حالات میں، مزدوروں کی جانب سے معاشرے کے لیے کی جانے والی وہ محنت جس کا مقصد پیداوار کو بڑھانا، تعلیم اور صحتِ عامہ کو فروغ دینا، دفاع کو منظم کرنا وغیرہ ہے، وہ مزدور طبقے کے لیے اتنی ضروری نہیں ہے، جو کہ اس وقت اقتدار میں ہے، جتنی کہ وہ محنت جو مزدور اور اس کے خاندان کی شخصی ضروریات پوری کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔

اس بات کا بھی ذکر کرنا چاہیے کہ اپنے "گوتھا پروگرام" میں، جہاں وہ سرمایہ دارانہ نظام کی مزید تفتیش نہیں کر رہا، بلکہ دوسری چیزوں کے علاوہ، کمیونسٹ سماج کے پہلے مرحلے / حصے کی تفتیش کر رہا ہے، مارکس پیداوار کو بڑھانے کے لیے،

صحتِ عامہ اور تعلیم کے لیے، انتظامی اخراجات کے لیے، ذخائر قائم کرنے کے لیے، وغیرہ وغیرہ، محنت کو اسی قدر ضروری تسلیم کرتا ہے جس قدر مزدور طبقے کی شخصی ضروریات پوری کرنے کے لیے کی جانے والی محنت کو۔

میرا خیال ہے کہ ہمارے معیشت دانوں کو پرانے تصورات کو ہمارے نئے حالات سے مطابقت رکھنے والے تصورات کے زریعے تبدیل کرکے پرانے تصورات اور ہمارے سوشلسٹ ملک کے معاملات کے نئے حالات کے درمیان اس ناموافقت کو ختم کرنا چاہیے۔

ہم اس ناموافقت کو ایک مخصوص عرصے کے لیے برداشت کرسکتے تھے، لیکن اب وقت آگیاہے کہ اسے ختم کیا جائے۔

3۔ سوشلزم کے تحت قدر کا قانون

بعض اوقات یہ پوچھا جاتا ہے کہ کیا ہمارے ملک میں، سوشلزم کے تحت، قدر کا قانون موجود ہے اور نافذ العمل ہے۔

ہاں یہ واقعی موجود ہے اور نافذ العمل بھی ہے۔ جہاں کہیں بھی اجناس اور اجناس کی پیداوار موجود ہے، وہاں قدر کے قانون کو بھی لازماً موجود ہونا چاہیے۔

ہمارے ملک میں، قدر کے قانون کا دائرہِ کار، سب سے پہلے، اجناس کی ترسیل تک، خرید و فروخت کے ذریعے اجناس کے تبادلے تک، بنیادی طور پر، شخصی صرفے کی اشیاء کے تبادلے تک، پھیلا ہوا ہے۔ یہاں، اس دائرہِ کار میں، قدر کا قانون، مخصوص حدود میں، ایک نگران کے بطور کام کرتا ہے۔

لیکن قدر کے قانون کا دائرہِ کار صرف اجناس کی ترسیل کے دائرے تک محدود نہیں ہے۔ یہ پیداوار تک پھیلا ہوا ہے۔ سچ ہے کہ ہماری سوشلسٹ پیداوار میں قدر کے قانون کی کوئی نگران حیثیت نہیں ہے، لیکن، بہر حال، یہ پیداوار کو متاثر کرتا ہے اور پیداوار کا انتظام کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ درحقیقت، اشیائے صرف، جو پیداوار کے عمل میں خرچ ہونے والی قوتِ محنت کی تلافی کرنے کے لیے درکار ہوتی ہیں، انہیں ہمارے ملک میں قدر کے قانون کے تحت اجناس کے طور پر پیدا کیا جاتا ہے اور استعمال کیا جاتا ہے۔ بالکل یہی وہ مقام ہے جہاں قدر کا قانون پیداوار پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس حوالے سے، ہمارے کاروباری اداروں میں اس قسم کی چیزیں جیسے کہ لاگت کی کھاتے داری اور نفع بخشی، پیداواری لاگت، قیمت وغیرہ، حقیقی اہمیت کی حامل ہیں۔ نتیجتاً، ہمارے کاروباری ادارے قدر کے قانون کو خاطر میں لائے بغیر کام نہیں کرسکتے اور انہیں ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

کیا یہ اچھی چیز ہے؟ یہ بری چیز نہیں ہے۔ موجودہ حالات میں، یہ یقیناً بری چیز نہیں ہے، کیونکہ یہ ہمارے کاروباری اداروں کے ناظموں کو پیداوار کو فائدہ مند انداز سے چلانے کی اور انہیں نظم و ضبط کا پابند رہنے کی تربیت دیتی ہے۔ یہ بری چیز نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارے منتظمین کو پیداواری حجموں کا شمار رکھنا، انہیں بالکل درست انداز سے شمار کرنا، اور پیداوار میں اصل چیزوں کا بالکل ٹھیک طرح سے حساب لگانا، اور تکے بازی سے حاصل کیے گئے "اندازے پر مبنی اعداد و شمار" کی

بکواس باتیں نہ کرنا، سکھاتی ہے۔ یہ بری چیز نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارے منتظموں کو پیداوار میں پوشیدہ زخائر کی تلاش کرنا، انہیں ڈھونڈ نکالنا اور استعمال کرنا اور انہیں پیروں تلے کچل نہ ڈالنا سکھاتی ہے۔ یہ بری چیز نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارے منتظموں کو پیداواری طریقوں کو منظم انداز سے بہتر بنانا، پیداواری لاگتوں کو کم کرنا، لاگتی کھاتے داری کرنا، اور اپنے کاروباری اداروں سے ادائیگی کروانا، سکھاتی ہے۔ ترقی کے موجودہ مرحلے پر یہ ایک اچھا عملی مکتب ہے جو ہمارے انتظامی افراد کی ترقی کو اور سوشلسٹ پیداوار کے حقیقی رہنماؤں کے طور پر ان کی نشوونما کو تیز کرتا ہے۔

مسئلہ یہ نہیں ہے کہ ہمارے ملک میں پیداوار قدر کے قانون سے مغلوب ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے منصوبہ ساز اور کاروباری منتظمین، سوائے چند لوگوں کے، قدر کے قانون کی عملیتوں سے اچھی واقفیت نہیں رکھتے، ان کا مطالعہ نہیں کرتے، اور اپنے حساب کتاب میں ان کا احاطہ کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ یہ بات دراصل اس الجھاؤ کی وضاحت کرتی ہے جو قیمتوں کے تعین کی پالیسی کے دائرے میں اب تک حاکمانہ حیثیت رکھتا ہے۔ یہ رہی اس کی بہت سی مثالوں میں سے ایک مثال۔ کچھ عرصہ پہلے یہ فیصلہ کیا گیا کہ کپاس اور اناج کی قیمتوں کو کپاس کی کاشت کے مفاد میں مرتب کیا جائے، کپاس کے کاشتکاروں کو فروخت کیے جانے والے اناج کی قیمتوں کو زیادہ درست انداز سے لاگو کیا جائے، اور ریاست کو فراہم کی جانے والی کپاس کی قیمت میں اضافہ کر دیا جائے۔ ہمارے کاروباری منتظمین اور منصوبہ سازوں نے اس حوالے سے ایک منصوبہ جمع کرایا جو مرکزی کمیٹی کے اراکین کو ہکا بکا کر دینے کے سوا کچھ نہ کر سکا کیونکہ اس میں یہ تجویز دی گئی تھی کہ اناج کے ایک ٹن کی قیمت عملی طور پر اتنی ہی کی جائے جتنی کہ کپاس کے ایک ٹن کی قیمت، اور، مزید بر آں، ایک ٹن اناج کی قیمت کو پکی روٹی کے ایک ٹن کی قیمت کے مساوی لیا گیا تھا۔ مرکزی کمیٹی کے اراکین کی اس بات پر کہ پسائی اور پکائی کے اضافی اخراجات کی بناء پر ایک ٹن پکی روٹی کی قیمت ایک ٹن اناج کی قیمت سے زیادہ ہونی چاہیے، اور یہ کہ کپاس عمومی طور پر اناج سے کافی مہنگی تھی، جیسا کہ عالمی منڈی میں اس کی قیمت سے ثابت ہوتا تھا، اس منصوبے کے مصنفین کو کہنے کے لیے کوئی مربوط بات نہ ملی۔ لہذا، مرکزی کمیٹی معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینے پر اور اناج کی قیمت کم کر کے کپاس کی قیمت بڑھانے پر مجبور ہو گئی۔ کیا ہوتا اگر ان کامریڈوں کے منصوبے کو قانونی طاقت مل جاتی؟ ہم کپاس کے کاشتکاروں کو تباہ کر دیتے اور خود کو بناء کپاس کے پاتے۔

لیکن کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ قدر کے قانون کے عمل کا دائرہ ہمارے لیے اسی قدر وسیع ہے جتنا کہ سرمایہ دارانہ نظام میں، اور یہ کہ یہ ہمارے ملک میں پیداوار کا نگران بھی ہے؟ نہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ دراصل، ہمارے معاشی نظام کے تحت قدر کے قانون کی عملداری کا دائرہ سخت محدود ہے اور مخصوص بندشوں کے اندر مقام رکھتا ہے۔ یہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ اجناس کی پیداوار کے عمل کا دائرہ محدود ہے اور ہمارے نظام نے اسے مخصوص بندشوں میں قید رکھا ہے۔ یہی بات قدر کے قانون کے دائرہ کار کے بارے میں بھی ضرور کہنی چاہیے۔ بے شک، یہ حقیقت کہ زرائع پیداوار کی نجی

ملکیت موجود نہیں، اور یہ کہ زرائع پیداوار، دیہی اور شہری دونوں سطحوں پر، سماجی ہیں، قدر کے قانون کے دائرہ کار کو اور پیداوار پر اس کے اثر کے پیمانے کو محدود کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔

اسی سمت میں قومی معیشت کی متوازن (متناسب) ترقی کا قانون عمل پزیر ہے، جس نے مسابقت اور پیداوار کے نراج کے قانون کو عبور کر لیا ہے۔

اسی یکساں سمت میں، عمومی طور پر ہماری معاشی پالیسی اور ہمارے سالانہ اور پنج سالہ منصوبے بھی جاری ہیں، جو قومی معیشت کی متوازن ترقی کے قانون کی ضروریات پر مبنی ہیں۔

ان تمام باتوں کا اثر، مجموعی طور پر، یہ ہے کہ ہمارے ملک میں قدر کے قانون کی عمل پذیری کا دائرہ سخت محدود ہے، اور قدر کا قانون ہمارے نظام میں پیداوار کے نگران کی حیثیت سے نہیں چل سکتا۔

یہ بات، یقینا، اس "حیرت انگیز" حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ ہمارے ملک میں قدر کا قانون، ہماری سوشلسٹ پیداوار کے سریع اور مستحکم پھیلاؤ کے باوجود، فاضل پیداوار کے بحران کی جانب نہیں لے جاتا، لیکن سرمایہ دار ملکوں میں ، جہاں سرمایہ داری کے تحت اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے، یہی قانون، پیداوار کے پھیلاؤ کی کم شرح کے باوجود، فاضل پیداوار کے متواتر بحرانوں کی جانب لے جاتا ہے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ قدر کا قانون ایک مستقل / دائمی قانون ہے، جو تاریخی ارتقاء کے تمام مرحلوں پر لازم ہے، اور یہ کہ اگر کمیونسٹ سماج کے دوسرے مرحلے میں یہ تبادلے کے رشتوں کے نگران کی حیثیت سے اپنا کام ختم کر بھی دیتا ہے تب بھی یہ ارتقاء کے اس مرحلے پر پیداوار کی مختلف شاخوں کے درمیان تعلقات کے نگران کے بطور، ایک ایسے نگران کے بطور جو ان کے درمیان محنت کی تقسیم کی نگہبانی کرتا ہے، اپنی عملداری قائم رکھتا ہے۔

یہ بالکل ہی غلط بات ہے۔ قدر، قدر کے قانون کی طرح، ایک تاریخی زمرہ ہے جو اجناس کی پیداوار کے وجود سے مربوط ہے۔ اجناس کی پیداوار کے غائب ہونے کے ساتھ، قدر اور اس کے شکلیں اور قدر کا قانون بھی غائب ہو جاتے ہیں۔

کمیونسٹ سماج کے دوسرے مرحلے میں، اشیاء کی پیداوار پر صرف ہونے والی محنت کی مقدار کی پیمائش گول مول اندازسے ، قدر اور اس کی شکلوں کے زریعے نہیں کی جائے گی، جو کہ اجناس کی پیداوار کے تحت ہوتا ہے، بلکہ فوری اور براہِ راست اندازسے، اشیاء کی پیداوار پر صرف کیے گئے وقت کی مقدار سے، گھنٹوں کی تعداد سے، ان کی پیمائش کی جائے گی۔ جہاں تک محنت کی تقسیم کی بات ہے، پیداوار کی مختلف شاخوں میں اس کی تقسیم قدر کے قانون کے تحت نہیں ہو گی، جو اس وقت بے عمل ہو چکا ہو گا، بلکہ اشیاء کے لیے سماجی طلب کی افزائش سے ہو گی۔ یہ ایسا سماج ہو گا جس میں پیداوار سماجی ضروریات کے مطابق ہو گی، اور سماجی ضروریات کا حساب کتاب ا ور پیمائش منصوبہ ساز اداروں کے لیے اولین اہمیت اختیار کر لیں گے۔

یہ دعوی بھی بالکل غلط ہے کہ ہمارے موجودہ معاشی نظام کے تحت، کمیونسٹ سماج کی ترقی کے پہلے مرحلے میں، قدر کا قانون پیداوار کی مختلف شاخوں کے مابین محنت کی تقسیم کے "تناسبات" کی نگرانی کرتا ہے۔

اگر یہ سچ ہوتا، تو یہ بات ناقابلِ فہم ہوتی کہ ہماری ہلکی صنعتیں، جو سب سے زیادہ منافع بخش ہیں، انہیں بلند ترین سطح تک ترقی کیوں نہیں دی جارہی، اور کیوں ہماری بھاری صنعتوں کو ترجیح دی جاتی ہے، جو اکثر کم منافع بخش ہوتی ہیں اور بعض اوقات تو بالکل غیر منافع بخش ہوتی ہیں۔

اگر یہ سچ ہوتا تو یہ بات ناقابل فہم ہوتی کہ ہمارے بھاری صنعت کے پلانٹس جو ہنوز غیر منافع بخش ہیں اور جہاں مزدوروں کی محنت "مناسب آمدنی" پیدا نہیں کرتی، انہیں بند کیوں نہیں کیا جاتا، اور کیوں ہماری ہلکی صنعت کے پلانٹس، جو یقیناً منافع بخش ہوسکتے تھے اور جہاں مزدوروں کی محنت "بڑی آمدنی" پیدا کرسکتی تھی، انہیں کھولا نہیں جاتا۔

اگر یہ سچ ہوتا تو یہ بات ناقابل فہم ہوتی کہ قدر کے قانون کی مطابقت میں، جو مفروضہ طور پر پیداوار کی شاخوں کے مابین محنت کی تقسیم کے "تناسبات" کی نگرانی کرتا ہے، مزدوروں کو ان پلانٹوں سے جو کم منافع بخش ہیں، لیکن ہماری قومی معیشت کے لیے بہت ضروری ہیں، ان پلانٹوں میں منتقل کیوں نہیں کیا جاتا جو زیادہ منافع بخش ہیں۔

ظاہر ہے کہ اگر ہم ان کامریڈوں کی سمت کی پیروی کرتے تو ہمیں اشیائے صرف کی پیداوار کے مفاد میں زرائع پیداوار کی پیداوار کو اولیت دینا ترک کرنا پڑتا۔ اور زرائع پیداوار کی پیداوار کو اولیت دینے کو ترک کرنے کا نتیجہ کیا ہوتا؟ اس کا اثر یہ ہوتا کہ ہماری قومی معیشت کی مستقل کشادگی کا امکان تباہ ہوجاتا، کیونکہ زرائع پیداوار کی پیداوار کو اولیت دیے بغیر قومی معیشت کو مستقل طور پر بڑھایا نہیں جاسکتا۔

یہ کامریڈ بھول جاتے ہیں کہ قدر کا قانون صرف سرمایہ داری میں ہی پیداوار کا نگران ہوسکتا ہے، زرائع پیداوار کی نجی ملکیت کے ساتھ، اور مسابقت، پیداواری نراجیت، اور فاضل پیداوار کے بحرانوں کے ساتھ۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارے ملک میں قدر کے قانون کا دائرہ کار زرائع پیداوار کی سماجی ملکیت کی وجہ سے، اور قومی معیشت کی متوازن ترقی کے قانون کی وجہ سے، محدود ہے، اور، لہذا، ہمارے سالانہ اور پنج سالہ منصوبوں کی وجہ سے بھی محدود ہے جو اس قانون کی ضروریات کی قریب ترین عکاسی کرتے ہیں۔

بعض کامریڈ اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ قومی معیشت کی متوازن ترقی کا قانون اور معاشی منصوبہ بندی پیداوار کی نفع بخشی کے اصول کو منسوخ کردیتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ بات اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر نفع بخشی کو انفرادی کارخانوں یا صنعتوں کے نکتہ نظر کے بجائے، اور ایک سال کے عرصے پر مبنی نہیں بلکہ پوری قومی معیشت کے مفاد کے نکتہ نظر سے اور دس یا پندرہ سال کے عرصے کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے، جو کہ اس مسئلے پر واحد درست رویہ ہے، تو تب چند کارخانوں یا صنعتوں کی عارضی اور غیر مستحکم نفع بخشی، اس مستحکم اور زیادہ بلند سطح کی نفع بخشی سے ہر موازنے میں کمتر ہے جسے ہم قومی معیشت کی متوازن ترقی کے قانون کی عملداری اور معاشی منصوبہ بندی سے حاصل

کرتے ہیں، جو ہمیں متواتر معاشی بحرانوں سے بچاتی ہے ،جو کہ قومی معیشت کے لیے تباہ کن ہوتے ہیں اور سماج کو زبردست مادی نقصان پہنچاتے ہیں، اور جو ہماری قومی معیشت کی مستقل اور بلند تر شرح نمو کو یقینی بناتی ہے۔

مختصر ا یہ کہ اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ ہماری پیداوار کے موجودہ سوشلسٹ حالات کے تحت، قدر کا قانون، پیداوار کی متعدد شاخوں میں محنت کی تقسیم کے "تناسبات کا نگران" نہیں ہو سکتا۔

4۔ شہر اور دیہات کے درمیان اور ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان تضاد کا خاتمہ، اور ان کے درمیان امتیازات کا خاتمہ

یہ عنوان ان بہت سے مسائل کا احاطہ کرتا ہے جو بنیادی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ میں نے انہیں ایک حصے میں جمع کر دیا ہے، اس لیے نہیں کہ انہیں ڈھیلے ڈھالے اندز سے ایک جگہ اکٹھا کر دوں ، بلکہ صرف وضاحت کے اختصار کی خاطر۔

شہر اور دیہات کے درمیان، صنعت اور زراعت کے درمیان تضاد کا خاتمہ ایک خوب جانا پہچانا مسئلہ ہے جس کا مارکس اور اینگلز نے کافی عرصہ پہلے جائزہ لیا تھا۔ اس تضاد کی معاشی بنیاد شہری علاقوں کے ہاتھوں دیہاتی علاقوں کا استحصال ہے، کسانوں کی بید خلی اور سرمایہ دارانہ نظام کے تحت صنعت، تجارت اور قرضوں کی نشوونما کے عمل میں دیہی آبادی کی اکثریت کی تباہی ہے۔ چنانچہ، سرمایہ داری کے ماتحت شہری اور دیہی علاقوں کے تضاد کو لازما مفادات کے تضاد کی حیثیت دینی چاہیے۔ یہی وہ وجہ تھی جس نے شہروں کی جانب ، اور عمومی طور پر "شہری لوگوں" کی جانب، دیہی علاقوں کے معاندانہ / دشمنانہ رویے کو بڑھاوا دیا۔

بے شک، ہمارے ملک میں سرمایہ داری اور استحصالی نظام کے خاتمے کے ساتھ، اور سوشلسٹ نظام کے استحکام کے ساتھ، شہر اور دیہات کے درمیان مفادات کے تضاد کو، صنعت اور زراعت کے درمیان تضاد کو، غائب ہونا ہی تھا۔ اور یہی ہوا۔ سوشلسٹ شہری علاقے نے، ہمارے مزدور طبقے نے، ہمارے کسانوں کو زمینداروں اور امیر کسانوں کا خاتمہ کرنے کے لیے جو مدد فراہم کی اس نے مزدور طبقے اور کسانوں کے درمیان اتحاد کی بنیاد کو مضبوط کیا، جبکہ کسانوں کو اول درجے کے ٹریکٹروں اور دوسری مشینوں کی فراہمی نے اور اس کے مشترکہ کھیتوں نے مزدور طبقے اور کسانوں کے درمیان اتحاد کو دوستی میں بدل دیا۔ یقینا، مزدور اور مشترکہ کھیتوں کے کسان دو مختلف طبقوں کی نمائندگی کرتے ہیں جو اپنی حیثیت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ لیکن یہ فرق ان کی دوستی کو کسی طرح کمزور نہیں کرتا۔ اس کے برعکس، ان کے مفادات ایک مشترکہ سمت میں ہیں، یعنی سوشلسٹ نظام کو مضبوط کرنے اور کمیونزم کی فتح کو حاصل کرنے میں۔ یہ حیرت کی بات نہیں، لہذا، کہ دیہات کی شہروں سے سابق نفرت کا توڑ کر ہی کیا، ان کے درمیان گزشتہ بداعتمادی کا بھی کوئی نشان باقی نہیں رہا۔

اس سب کا مطلب یہ ہے کہ شہروں اور دیہات کے درمیان، صنعت اور زراعت کے درمیان، تضاد کے لیے بنیاد کو ہمارا موجودہ سوشلسٹ نظام پہلے ہی مٹا چکا ہے۔

اس کا مطلب یقیناً یہ نہیں کہ شہروں اور دیہات کے درمیان تضاد کے خاتمے کا اثر یہ ہو گا کہ "عظیم شہر مٹ جائیں گے"۔ نہ صرف عظیم شہر نہیں مٹیں گے، بلکہ نئے عظیم شہر ثقافت کی زیادہ سے زیادہ ترقی کے مراکز کے طور پر نمودار ہوں گے، اور ایسے مراکز کے طور پر جو نہ صرف بڑے پیمانے کی صنعت بلکہ زرعی پیداوار کی پروسیسنگ اور خوراک کی صنعت کی تمام شاخوں کی طاقتور ترقی کے مراکز ہوں گے۔ یہ عمل قوم کی ثقافتی ترقی کو سہولت دے گا اور شہری اور دیہی علاقوں میں حالاتِ زندگی کو مساوی کرنے کے رجحان کا حامل ہو گا۔

ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان تضاد کے خاتمے کے مسئلے کے حوالے سے بھی ہمیں اسی قسم کی صورتحال کا سامنا ہے۔ یہ بھی ایک خوب جانا پہچانا مسئلہ ہے جس کے بارے میں مارکس اور اینگلز نے کافی عرصہ پہلے گفتگو کی تھی۔ ذہنی اور جسمانی محنت کے تضاد کی معاشی بنیاد ذہنی محنت کاروں کے ہاتھوں جسمانی محنت کاروں کا استحصال ہے۔ ہر کوئی اس خلیج سے واقف ہے جو سرمایہ داری کے تحت کاروباری اداروں کے مزدوروں کو انتظامی عملے سے جدا کرتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس خلیج نے منتظموں، فورمینوں، انجینئروں اور دوسرے تیکنیکی عملے کی جانب مزدوروں کے مخاصمانہ رویے کو بڑھاوا دیا جنہیں مزدور اپنے دشمن قرار دیتے تھے۔ فطری طور پر، سرمایہ داری اور استحصالی نظام کے خاتمے کے ساتھ، ذہنی اور جسمانی محنت کے مفادات کے درمیان تضاد بھی لازماً غائب ہو جائے گا۔ اور ہمارے موجودہ سوشلسٹ نظام میں یہ واقعی غائب ہو چکا ہے۔ آج جسمانی محنت کار اور انتظامی عملہ دشمن نہیں ہیں، بلکہ کامریڈ اور دوست ہیں، پیداوار کرنے والوں کے ایک واحد، مشترکہ ادارے کے اراکین ہیں جو پیداوار کی بہتری اور ترقی میں گہری دلچسپی رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان سابق دشمنی کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔

ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان اور شہری (صنعتی) اور دیہی (زرعی) علاقوں کے درمیان امتیازات کے غائب ہو جانے کا مسئلہ قطعی مختلف نوعیت کا ہے۔ مارکس ازم کی کلاسیکی تصانیف میں اس مسئلے کا جائزہ نہیں لیا گیا۔ یہ ایک نیا مسئلہ ہے، ایسا مسئلہ جسے عملی طور پر ہماری سوشلسٹ تعمیر نے ابھارا ہے۔

کیا یہ کوئی فرضی / خیالی مسئلہ ہے؟ کیا ہمارے لیے اس کی کوئی عملی یا نظریاتی اہمیت ہے؟ نہیں، اس مسئلے کو خیالی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس کے برعکس، ہمارے لیے یہ سنجیدہ ترین مسئلہ ہے۔

مثال کے طور پر، زراعت اور صنعت کے درمیان فرق کو لیں۔ ہمارے ملک میں یہ نہ صرف اس امر پر مشتمل ہے کہ زراعت میں حالاتِ کار صعنت کے حالاتِ کار سے مختلف ہیں بلکہ، اہم اور بنیادی طور پر، اس امر پر کہ صنعت میں ہمارے پاس زرائع پیداوار کی اور صنعتی پیداوار کی عوامی ملکیت ہے لیکن زراعت میں ہمارے پاس عوامی نہیں، بلکہ گروہی، مشترکہ کھیتوں کی ملکیت ہے۔ یہ پہلے ہی کہا جا چکا ہے کہ یہ حقیقت اجناس کی پیداوار کو برقرار رکھنے کی جانب لے جاتی

ہے، اور یہ کہ صرف تب جب صنعت اور زراعت میں یہ تفریق غائب ہو جائے گی، تب ہی اجناس کی پیداوار اپنے تمام تر نتائج کے ساتھ غائب ہو سکتی ہے۔ لہذا، اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ زراعت اور صنعت کے درمیان اس بنیادی تفریق کا غائب ہو جانا ہمارے لیے لازمی طور پر اولین اہمیت کا حامل معاملہ ہونا چاہیے۔

یہی بات ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان بنیادی فرق کے خاتمے کے مسئلے کے بارے میں بھی لازما کہنی چاہیے۔ یہ بھی ہمارے لیے اولین اہمیت کا حامل معاملہ ہے۔ سوشلسٹ مسابقت (Socialist Emulation) کی تحریک کی جانب سے عوامی سطح حاصل کرنے سے پہلے، ہماری صنعتی ترقی کافی رک رک کر چلتی تھی، اور بہت سے کامریڈوں نے یہاں تک تجویز دی تھی کہ صنعتی ترقی کی شرح کو کم کر دینا چاہیے۔ یہ بات خاص طور پر اس امر کی بدولت تھی کہ مزدوروں کی ثقافتی اور تیکنیکی سطح بہت پست تھی اور تیکنیکی عملے کی سطح سے بہت پیچھے تھی۔ لیکن صورتحال اس وقت بنیادی طور پر بدل گئی جب سوشلسٹ مسابقت کی تحریک نے عوامی کردار اختیار کر لیا۔ یہی وہ لمحہ تھا جب صنعت نے تیز رفتاری سے ترقی شروع کی۔ سوشلسٹ مسابقت نے عوامی تحریک کا کردار کیوں اختیار کیا؟ کیونکہ مزدوروں میں سے کامریڈوں کے پورے پورے گروہ سامنے آئے جنہوں نے نہ صرف تیکنیکی علم کی کم از کم ضروریات پر عبور حاصل کر لیا تھا، بلکہ مزید آگے بڑھ کر تیکنیکی عملے کی سطح تک ابھر آئے تھے؛ انہوں نے تیکنیکی عملے اور انجینئروں کی تصحیح کرنا، موجودہ معیارات کو متروک قرار دے کر انہیں توڑنا، نئے اور زیادہ جدید معیارات متعارف کرانا، وغیرہ، شروع کر دیا تھا۔ ہم اس وقت کیا کرتے جب نہ صرف جداگانہ گروہوں نے بلکہ مزدوروں کی اکثریت نے اپنی ثقافتی اور تیکنیکی سطح کو انجینئروں اور تیکنیکی عملے کی سطح تک بڑھا لیا تھا؟ ہماری صنعت وہ بلندی حاصل کر لیتی جو دوسرے ملکوں کی صنعتوں میں ناقابلِ حصول تھی۔ لہذا، اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ مزدوروں کی ثقافتی اور تیکنیکی سطح کو تیکنیکی عملے کی سطح تک بڑھا کر ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان بنیادی فرق کو مٹانا ہمارے نزدیک اولین اہمیت کے حامل مسئلے کے سوا کچھ اور نہیں ہو سکتا۔

بعض کامریڈوں کا دعوی ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ نہ صرف صنعت اور زراعت کے درمیان، اور ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان، بنیادی فرق غائب ہو جائے گا بلکہ ان کے درمیان تمام امتیازات کا خاتمہ بھی ہو جائے گا۔ یہ بات سچ نہیں ہے۔ صنعت اور زراعت کے درمیان بنیادی فرق کا خاتمہ ان کے درمیان تمام امتیازات کے خاتمے کی جانب نہیں لے جا سکتا۔ کچھ فرق، خواہ یہ غیر بنیادی ہو، یقینا باقی رہے گا، کیونکہ صنعت اور زراعت کے حالاتِ کار میں فرق ہے۔ حتی کہ صنعت میں بھی مزدوروں کے حالاتِ کار تمام شاخوں میں یکساں نہیں ہیں: مثال کے طور پر، کوئلے کی کانوں کے مزدوروں کے حالاتِ کار مشینی جوتا فیکٹری کے مزدوروں سے مختلف ہیں، اور کچی دھاتوں کی کانوں کے مزدوروں کے حالاتِ کار انجینئرنگ کے مزدوروں سے مختلف ہیں۔ اگر ایسا ہے، تو پھر صنعت اور زراعت کے درمیان مخصوص فرق یقینا موجود رہے گا۔

ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان فرق کے بارے میں بھی یہی کہنا چاہیے۔ ان کے درمیان بنیادی فرق، ان کے ثقافتی اور تیکنیکی سطح میں فرق، یقیناغائب ہو جائے گا۔ لیکن کچھ فرق، خواہ یہ غیر بنیادی ہی کیوں نہ ہو، باقی رہے گا، اگرچہ صرف اسی وجہ سے کیوں نہ سہی کہ مینیجر سطح کے عملے کے اور مزدوروں کے حالاتِ کار یکساں نہیں ہیں۔

جو کامریڈ اس کے برعکس دعوی کرتے ہیں وہ شاید میرے بعض بیانات میں دی گئی تشکیلات کی بنیاد پر ایسا کرتے ہیں، جن میں صنعت اور زراعت کے درمیان اور ذہنی اور جسمانی محنت کے درمیان فرق کے خاتمے کی بات اس تخصیص سے بے پرواہ ہو کر کی گئی ہے کہ اس سے مراد بنیادی امتیاز کا خاتمہ ہے، تمام امتیازات کا خاتمہ نہیں۔ میری تشکیلات کو کامریڈوں نے بالکل اسی طرح سمجھا ہے، یہ فرض کرتے ہوئے کہ ان میں تمام امتیازات کے خاتمے کی بات مضمر ہے۔ لیکن اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ (میری) تشکیل نادرست اور غیر تسلی بخش تھی۔ اسے یقیناترک کر دینا چاہیے اور ایک دوسری تشکیل سے بدل دینا چاہیے، اس سے جو صنعت اور زراعت کے درمیان اور ذہنی و جسمانی محنت کے درمیان بنیادی امتیازات کے خاتمے کی بات اور غیر بنیادی امتیازات کے برقرار رہنے کی بات کرتی ہے۔

5۔ واحد عالمی مارکیٹ کی تحلیل اور عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے بحران کی گہرائی

پوری دنیا کو اپنی آغوش میں کر لینے والی، ایک واحد عالمی مارکیٹ کی تحلیل کو دوسری عالمی جنگ کے بعد کی سب سے اہم اقتصادی قسط اور اس کا اقتصادی نتیجہ قرار دینا چاہیے۔ اس کا اثر عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے بحران کو مزید گہرا کرنا تھا۔

دوسری عالمی جنگ بذاتِ خود اس بحران کی پیداوار تھی۔ دونوں سرمایہ دارانہ اتحادوں میں سے ہر ایک جس نے جنگ میں اپنے سینگ پھنسائے وہ اپنے حریف کی شکست اور عالمی بالادستی حاصل کرنے کا حساب کتاب لگائے ہوئے تھا۔ انہوں نے اس بحران سے نکلنے کا یہی راستہ دیکھا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے اپنے سب سے خطرناک حریفوں، جرمنی اور جاپان، کو مقابلے سے باہر کرنے، عالمی منڈیوں پر اور خام مال کے زرائع پر قبضہ کرنے اور اپنی عالمی بالادستی قائم کرنے کی امید لگائی ہوئی تھی۔

لیکن جنگ نے ان امیدوں کو پورا نہیں کیا۔ یہ سچ ہے کہ جرمنی اور جاپان تین بڑے سرمایہ دار ملکوں، امریکہ، برطانیہ اور فرانس، کے حریفوں کی حیثیت سے مقابلے سے باہر کر دیے گئے۔ لیکن اسی وقت چین اور دوسری یورپی، عوامی جمہوریائیں، سرمایہ دارانہ نظام سے ٹوٹ کر الگ ہو گئیں، اور، سوویت یونین کے ساتھ مل کر، انہوں نے ایک متحدہ اور طاقتور سوشلسٹ کیمپ تشکیل دیا تاکہ سرمایہ دارانہ کیمپ کا مقابلہ کر سکیں۔ ان دو مخالف کیمپوں کے وجود کا اقتصادی نتیجہ یہ تھا کہ واحد، عالمی منڈی تحلیل ہو گئی، اور اب ہمارے پاس دو متوازی عالمی منڈیاں ہیں، جو ایک دوسرے کے مدمقابل ہیں۔

اس بات کا مشاہدہ کرنا چاہیے کہ امریکہ، برطانیہ اور فرانس نے خود، اپنی خواہش کے یقینا برعکس، اس نئی، متوازی عالمی منڈی کی تشکیل اوراستحکام میں کردار ادا کیا۔ انہوں نے سوویت یونین، چین اور ان یورپی عوامی جمہوریاؤں پر جو "مارشل پلان" کے نظام میں شامل نہیں ہوئیں، یہ سوچ کر اقتصادی پابندی عائد کر دی کہ اس طرح سے ان کا گلا گھونٹ دیا جائے۔ لیکن اس کا اثر گلا گھٹ جانے کی صورت میں نہیں بلکہ نئی عالمی منڈی کے استحکام کی صورت میں ہوا۔

لیکن بنیادی چیز، یقینا، اقتصادی پابندی نہیں بلکہ یہ امر ہے کہ جنگ کے بعد سے یہ ملک اقتصادی طور پر متحد ہو گئے اور معاشی تعاون اورامدادِ باہمی کا قیام عمل میں لائے۔ اس تعاون کا تجربہ یہ دکھاتا ہے کہ کوئی بھی سرمایہ دار ملک عوامی جمہوریاؤں کو اس قدر مؤثر اور تیکنیکی طور پر ماہرانہ امداد نہیں دے سکتا تھا جتنی کہ سوویت یونین انہیں دے رہا ہے۔ نکتہ صرف یہ نہیں ہے کہ یہ امداد سستی ترین اور تیکنیکی لحاظ سے اعلیٰ ترین ہے۔ اہم نکتہ یہ ہے کہ اس تعاون کی بنیاد میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی اور سب کی اقتصادی ترقی کو فروغ دینے کی خواہش موجود ہے۔ اس کا نتیجہ ان ملکوں کی صنعتی ترقی کی تیز رفتاری ہے۔ یہ بات اعتماد کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ صنعتی ترقی کی اس رفتار کے ساتھ، جلد ہی یہ ممکن ہو جائے گا کہ ان ملکوں کو نہ صرف سرمایہ دار ملکوں سے امپورٹ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی، بلکہ یہ خود اپنی فاضل پیداوار کے لیے بیرونی منڈی کی ضرورت محسوس کریں گے۔

لیکن اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بڑے سرمایہ دار ملکوں (امریکہ، برطانیہ، فرانس) کے ہاتھوں عالمی وسائل کے استحصال کا دائرہ کار وسیع نہیں ہو گا، بلکہ سکڑے گا؛ کہ عالمی منڈی میں ان کے لیے فروخت کے مواقع گھٹ جائیں گے، اور یہ کہ ان کی صنعتیں زیادہ سے زیادہ اپنی استعداد سے کم کام کریں گی۔ یہی، دراصل، عالمی منڈی کی تحلیل کے تعلق سے عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے بحران کے گہرا ہونے کا مطلب ہے۔

سرمایہ دار خود بھی یہ بات محسوس کرتے ہیں، کیونکہ ان کے لیے سوویت یونین اور چین جیسی منڈیوں کا نقصان محسوس نہ کرنا مشکل ہو گا۔ وہ "مارشل پلان"، کوریا میں جنگ، مجنونانہ انداز سے دوبارہ مسلح ہونے، اور صنعتی عسکریت کے ذریعے ان مشکلات کو راستے سے ہٹانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن یہ کافی حد تک ڈوبتے کو تنکے کے سہارے جیسی صورتحال ہے۔

معاملات کی اس حالت نے ماہرین معیشت کو دو سوالوں کے مدمقابل کر دیا ہے:

(الف) کیا اس بات کی توثیق کی جا سکتی ہے کہ دوسری عالمی جنگ سے پہلے سرمایہ داری کے عمومی بحران کے دور میں منڈیوں کے نسبتی استحکام کے متعلق اسٹالن کا تجزیہ اب بھی درست ہے؟

(ب) کیا اس بات کی توثیق کی جا سکتی ہے کہ 1916 کی بہار میں لینن کا یہ تجزیہ کہ سرمایہ داری کی تنزلی کے باوجود، "مجموعی طور پر، سرمایہ داری پہلے سے کہیں زیادہ تیزی سے ترقی کر رہی ہے" اب بھی درست ہے؟

میرا خیال ہے کہ ان کی توثیق نہیں کی جاسکتی۔ دوسری عالمی جنگ نے جن نئے حالات کو جنم دیا ہے انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے ان دونوں تجزیوں کے بارے میں یہ رائے قائم کرنی چاہیے کہ یہ اپنی افادیت کھو چکے ہیں۔

6۔ سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگوں کی ناگزیریت

بعض کامریڈ سمجھتے ہیں کہ دوسری عالمی جنگ کے بعد نئے بین الاقوامی حالات کی ترقی کے سبب، سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگوں کی ناگزیریت ختم ہوگئی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ سوشلسٹ کیمپ اور سرمایہ دار کیمپ کے درمیان تضادات ان تضادات سے زیادہ شدید ہیں جو سرمایہ دار ملکوں کے مابین ہیں؛ کہ امریکہ دوسرے سرمایہ دار ملکوں کو بڑی حد تک اپنے حلقۂ اثر میں لے آیا ہے اوراس قابل ہو گیا ہے کہ انہیں ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنے اور ایک دوسرے کو کمزور کرنے سے باز رکھے؛ کہ نمایاں ترین سرمایہ دارانہ ذہنوں کو دو عالمی جنگوں نے اور سرمایہ دار دنیا کو ان سے ہونے والے شدید نقصان نے اچھی طرح یہ بات سکھا دی ہے کہ سرمایہ دار ملکوں کو پھر سے ایک دوسرے کے خلاف جنگ میں شامل ہونے کی مہم جوئی سے باز رہنا چاہیے، اور یہ کہ ان سب وجوہات کی بناء پر، سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگیں اب مزید ضروری نہیں رہی ہیں۔

یہ کامریڈ غلطی پر ہیں۔ یہ ان بیرونی مظاہر کو دیکھتے ہیں جو سطحی طور پر آتے جاتے ہیں، لیکن ان گہری قوتوں کو نہیں دیکھتے جو، نظر آئے بغیر کام کرتی ہیں، لیکن جو بالآخر حالات کا راستہ متعین کریں گی۔

بیرونی طور پر، ہر چیز "اچھی طرح چلتی" دکھائی دے گی: امریکہ نے مغربی یورپ، جاپان اور دوسرے سرمایہ دار ملکوں کو راشن پر رکھ دیا ہے؛ جرمنی (مغربی)، برطانیہ، فرانس، اٹلی اور جاپان امریکہ کے پنجوں میں پھنس چکے ہیں اور منمناتے ہوئے اس کے احکامات کی بجاآوری کر رہے ہیں۔ لیکن یہ سوچنا غلط ہو گا کہ چیزیں "ہمیشہ کے لیے" اسی تسلسل میں "اچھی طرح چلتی" رہیں گی، کہ یہ ممالک ہمیشہ متحدہ امریکہ کے غلبے اوراستحصال کو برداشت کرتے رہیں گے، کہ وہ امریکی غلامی سے خود کو کاٹ کر خود مختار ترقی کا راستہ اپنانے کی کاوش نہیں کریں گے۔

سب سے پہلے، برطانیہ اور فرانس، کو لیں۔ بے شک، یہ سامراجی ملک ہیں۔ بے شک، سستا خام مال اور محفوظ منڈیاں ان کے لیے اولین اہمیت رکھتی ہیں۔ کیا یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ وہ موجودہ حالات کو ہمیشہ برداشت کریں گے، جن میں، "مارشل پلان امداد" کے پردے تلے امریکی، برطانیہ اور فرانس کی معیشتوں میں سرایت کرنے اور انہیں اپنی معیشت کے حصوں میں بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں، اور امریکی سرمایہ برطانیہ اور فرانس کے مقبوضہ علاقوں میں خام مال پر قبضہ کر رہا ہے اوراس طرح برطانوی اور فرانسیسی سرمایہ داروں کے بڑے منافعوں کے لیے آفت کا جال بن رہا ہے؟ کیا یہ کہنا زیادہ سچ نہیں ہو گا کہ سرمایہ دار برطانیہ، اوراس کے بعد، سرمایہ دار فرانس، بالآخر امریکی حلقۂ اثر سے الگ ہونے پر مجبور

ہو جائیں گے اوراس کے ساتھ تنازعے میں پڑ جائیں گے تا کہ اپنے لیے ایک خود مختار مقام اور، یقینا، زیادہ منافعوں کا حصول ممکن بنا سکیں؟

اب شکست خوردہ بڑے ملکوں کی طرف، جرمنی (مغربی) اور جاپان کی طرف، آتے ہیں۔ یہ ممالک امریکی سامراج کے عسکری جوتوں تلے مصائب میں مبتلا ہیں۔ ان کی صنعت اور زراعت، ان کی تجارت، ان کی خارجہ اور داخلہ پالیسیاں، اور ان کی تمام زندگی قابض امریکی "جابر حکومت" کے طوق میں جکڑی ہوئی ہے۔ لیکن کل ہی یہ ممالک عظیم سامراجی طاقتیں تھیں اور یورپ اور ایشیاء میں امریکہ، برطانیہ اور فرانس کے غلبے کی بنیادوں کو ہلا رہی تھیں۔ یہ سوچنا معجزات پر یقین رکھنے کے برابر ہے کہ یہ ممالک دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش نہیں کریں گے، امریکی "جابر حکومت" کو پاش پاش کرنے کی کوشش نہیں کریں گے اور بزور طاقت اپنی خود مختار ترقی کا راستہ نہیں اپنائیں گے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ سرمایہ داری اور سوشلزم کے درمیان تضادات سرمایہ دار ملکوں کے مابین تضادات سے زیادہ طاقتور ہیں۔ نظریاتی طور پر، یہ بات سچ ہے۔ نہ صرف یہ اب، آج سچ ہے؛ بلکہ یہ دوسری عالمی جنگ سے پہلے بھی سچ تھی۔ اور سرمایہ دار ملکوں کے رہنماؤں نے کم و بیش اس کا احساس کر لیا تھا۔ پھر بھی دوسری عالمی جنگ سوویت یونین کے خلاف جنگ کے بطور نہیں بلکہ سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگ کے طور پر شروع ہوئی تھی۔ کیوں؟ اولا، اس لیے کہ سرمایہ داری کے لیے سوویت یونین کے ساتھ، سوشلسٹ ملک کے طور پر جنگ، سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگ سے زیادہ خطرناک ہے؛ کیونکہ سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگ صرف کچھ سرمایہ دار ملکوں کی دوسروں پر برتری کا سوال اٹھاتی ہے، جبکہ سوویت یونین کے خلاف جنگ، لازمی طور پر، سرمایہ داری کے وجود پر سوال اٹھائے گی۔ دوئم، حالانکہ وہ "پروپیگنڈہ" کے مقصد سے، سوویت یونین کے جارحانہ پن کا شور مچاتے ہیں، لیکن سرمایہ داروں کو خود بھی یقین نہیں ہے کہ سوویت یونین جارحیت پسند ہے، کیونکہ وہ سوویت یونین کی پرامن پالیسی سے واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ وہ سرمایہ دار ملکوں پر حملہ کرنے میں خود پہل نہیں کرے گا۔

پہلی عالمی جنگ کے بعد، اس بات پر یقین کیا جاتا تھا کہ جرمنی کو یقینا بے عمل کر دیا گیا ہے، اسی طرح جس طرح بعض کامریڈ اس وقت یقین رکھتے ہیں کہ جاپان اور جرمنی کو یقینا بے عمل کر دیا گیا ہے۔ تب بھی یہ کہا گیا اور پریس میں اس بات پر بہت شور مچایا گیا کہ امریکہ نے یورپ کو راشن پر رکھ دیا ہے؛ کہ جرمنی اب کبھی اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا، اور یہ کہ اب سرمایہ دار ملکوں کے درمیان مزید جنگیں نہیں ہوں گی۔ اس کے باوجود، جرمنی غلامی کی زنجیر توڑ کر اور خود مختار ترقی کا راستہ اپنا کر، ایک عظیم طاقت کے طور پر، پندرہ سے بیس سال کے عرصے میں، دوبارہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔ اور یہ بات اہم ہے کہ یہ برطانیہ اور امریکہ کے سوا کوئی اور نہیں تھا جس نے جرمنی کو اقتصادی بحالی میں اور اپنی عسکری اقتصادی صلاحیت کو بڑھانے میں مدد دی۔ یقینا، جب برطانیہ اور امریکی نے جرمنی کی اقتصادی بحالی میں مدد کی تو انہوں نے بحال شدہ جرمنی کو سوویت یونین کے مدمقابل کھڑا کرنے کے مقصد سے، سوشلزم کی سرزمین کے خلاف اسے

استعمال کرنے کے لیے، ایسا کیا۔ لیکن جرمنی نے سب سے پہلے اپنی قوتوں کو برطانوی-فرانسیسی-امریکی بلاک کے خلاف ہی استعمال کیا۔ اور جب ہٹلر کے جرمنی نے سوویت یونین پر جنگ کا اعلان کیا، تو برطانوی-فرانسیسی-امریکی بلاک ہٹلر کے جرمنی کا ساتھ دینے کے بجائے، ہٹلر کے جرمنی کے خلاف، سوویت یونین کے ساتھ اتحاد میں شامل ہونے پر مجبور ہو گیا۔

نتیجتا، منڈیوں کے لیے سرمایہ دار ملکوں کی جدوجہد اور اپنے حریفوں کو کچل ڈالنے کی ان کی خواہش عملی طور پر سرمایہ دار کیمپ اور سوشلسٹ کیمپ کے درمیان تضادات سے زیادہ مضبوط ثابت ہوئی۔

تو پھر، اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جرمنی اور جاپان اپنے پیروں پر دوبارہ کھڑے نہیں ہوں گے، امریکی غلامی سے چھٹکارے کی اور اپنی آزاد زندگی جینے کی کوشش نہیں کریں گے؟ میرا خیال ہے کہ ایسی کوئی ضمانت نہیں ہے۔

لیکن اس بات سے یہ نتیجا نکلتا ہے کہ سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگوں کی ناگزیریت عملا برقرار ہے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ لینن کے اس تجزیے کو کہ سامراج ناگزیر طور پر جنگ کو جنم دیتا ہے، متروک قرار دینا چاہیے، کیونکہ آج امن کے دفاع میں اور ایک اور عالمی جنگ کے خلاف طاقتور عوامی قوتیں پیش منظر پر آگئی ہیں۔ یہ سچ نہیں ہے۔

موجودہ دور کی تحریکِ امن کا مقصد عوام کو امن کے تحفظ کے لیے اور ایک اور عالمی جنگ کو ہونے سے باز رکھنے کے لیے لڑنا ہے۔ چنانچہ، اس تحریک کا مقصد سرمایہ دارانہ نظام کا تختہ الٹنا اور سوشلزم قائم کرنا نہیں ہے۔ یہ خود کو امن کے تحفظ کے جمہوری مقصد تک محدود رکھتی ہے۔ اس حوالے سے، موجودہ دور کی تحریکِ امن پہلی عالمی جنگ کے دور کی اس تحریک سے مختلف ہے جس کا مقصد سامراجی جنگ کو خانہ جنگی میں بدلنا تھا، کیونکہ مؤخرالذکر تحریک زیادہ آگے تک گئی تھی اور سوشلسٹ مقاصد کی پیروی کر رہی تھی۔

یہ ممکن ہے کہ حالات کے مخصوص موڑ پر امن کے لیے لڑائی یہاں یا وہاں سوشلزم کے لیے لڑائی میں ترقی کر جائے۔ لیکن تب یہ موجود دور کی تحریکِ امن نہیں رہے گی؛ یہ سرمایہ دارانہ نظام کا تختہ الٹنے کی تحریک بن جائے گی۔

جس بات کا امکان سب سے زیادہ ہے وہ یہ ہے کہ آج کی تحریکِ امن، امن کے تحفظ کی تحریک کے طور پر، اگر کامیاب ہوئی، تو اس کا نتیجہ کسی مخصوص جنگ کو روکنے کی صورت میں، اس کے ملتوی ہونے میں، مخصوص امن کے عارضی تحفظ میں، لڑنے کی خواہاں کسی حکومت کی پسپائی میں اور عارضی طور پر امن قائم رکھنے پر تیار کسی دوسری حکومت کی جانب سے اسے دبا دینے کی صورت میں نکلے گا۔ یقینا، یہ اچھی بات ہو گی۔ بلکہ بہت اچھی بات۔ لیکن، پھر بھی، یہ عمومی طور پر، سرمایہ دار ملکوں کے مابین جنگ کی ناگزیریت کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی نہیں ہو گی۔ یہ کافی نہیں ہو گی کیونکہ، تحریکِ امن کی تمام تر کامیابی کے باوجود، سامراجیت موجود رہے گی، عملا جاری رہے گی، اور، نتیجے میں، جنگ کی ناگزیریت بھی عملا برقرار رہے گی۔

جنگ کی ناگزیریت کے خاتمے کے لیے، یہ ضروری ہے کہ سامراجیت کو ختم کر دیا جائے۔

7۔ جدید سرمایہ داری اور سوشلزم کے بنیادی اقتصادی قوانین

جیسا کہ آپ جانتے ہیں، بحث کے دوران سرمایہ داری کے اور سوشلزم کے بنیادی اقتصادی قوانین کا سوال کئی بار اٹھا۔ اس بارے میں کئی خیالات کا اظہار کیا گیا، حتیٰ کہ نہایت عمدہ خیالات کا۔ یہ سچ ہے کہ اس بحث کے شرکاء کی اکثریت نے معاملے کی جانب ناتواں ردعمل دکھایا اور اس نکتے پر کسی قسم کے فیصلے کا اشارہ نہیں دیا۔ تاہم، شرکاء میں سے کسی نے بھی ایسے قوانین کے وجود کا انکار نہیں کیا۔

کیا سرمایہ داری کا کوئی بنیادی اقتصادی قانون ہے؟ ہاں، یہ ہے۔ یہ قانون کیا ہے، اور اس کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟ سرمایہ داری کا بنیادی اقتصادی قانون وہ قانون ہے جو سرمایہ دارانہ پیداوار کی بعض مخصوص فعلیتوں کا یا کسی مخصوص پہلو کا تعین نہیں کرتا، بلکہ اس کے ارتقاء کی تمام بنیادی فعلیتوں اور پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے، چنانچہ یہ ایسا قانون ہے جو سرمایہ دارانہ پیداوار کے جوہر کا، اس کی بنیادی فطرت کا، تعین کرتا ہے۔

کیا قدر کا قانون سرمایہ داری کا بنیادی اقتصادی قانون ہے؟ نہیں۔ قدر کا قانون بنیادی طور پر اجناس کی پیداوار کا قانون ہے۔ یہ سرمایہ داری سے پہلے موجود تھا، اور، اجناس کی پیداوار کی طرح، سرمایہ داری کا تختہ الٹ دیے جانے کے بعد بھی موجود رہے گا، جیسا کہ یہ، مثال کے طور پر، ہمارے ملک میں موجود ہے، حالانکہ، یہ سچ ہے، کہ اس کا دائرۂ عمل محدود ہے۔ سرمایہ دارانہ پیداوار میں عمل کا وسیع دائرہ رکھتے ہوئے، قدر کا قانون، یقینا، سرمایہ دارانہ پیداوار کی ترقی میں بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ لیکن نہ صرف یہ کہ یہ سرمایہ دارانہ پیداوار کا اور سرمایہ دارانہ منافع کے اصولوں کا تعین نہیں کرتا؛ بلکہ یہ ان مسائل کو پیش بھی نہیں کرتا۔ لہذا، یہ جدید سرمایہ داری کا بنیادی اقتصادی قانون نہیں ہو سکتا۔

انہی وجوہات کی بناء پر، مسابقت اور پیداوار کے نراج کا قانون، یا کئی ملکوں میں سرمایہ داری کی ترقی کی نابرابری کا قانون بھی سرمایہ داری کا بنیادی اقتصادی قانون نہیں ہو سکتا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ منافع کی اوسط شرح کا قانون جدید سرمایہ داری کا بنیادی اقتصادی قانون ہے۔ یہ سچ نہیں ہے۔ جدید سرمایہ داری، اجارہ دار سرمایہ داری، خود کو منافع کی اوسط شرح سے مطمئن نہیں کر سکتی، جو، مزید برآں، سرمائے کی نامیاتی ترتیب میں اضافے (عالمی سطح پر سرمائے کی بڑھتی ہوئی ہم آہنگی اور ارتکاز) کے پیشِ نظر، گراوٹ کا رجحان رکھتی ہے۔ یہ اوسط منافع نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ منافع ہے جو جدید اجارہ دار سرمایہ داری کا مطالبہ ہے، جس کی اسے پیداوار کی کم و بیش مستقل وسعت کے لیے ضرورت ہے۔

سرمایہ داری کے بنیادی اقتصادی قانون کے تصور کے لیے سب سے زیادہ مناسب قانون، قدرِ زائد کا قانون، سرمایہ دارانہ منافع کے ماخذ اور اس کی نشو و نما کا قانون، ہے۔ یہی حقیقتا سرمایہ دارانہ پیداوار کی بنیادی خصوصیات کا تعین کرتا ہے۔ لیکن قدرِ زائد کا قانون بہت ہی عمومی قانون ہے؛ یہ بلند ترین منافع کے مسئلے کا احاطہ نہیں کرتا، جس کا حصول اجارہ دار سرمایہ داری کی ترقی کی ایک شرط ہے۔ اس خلل کو دور کرنے کے لیے، قدرِ زائد کے قانون کو، اجارہ دار سرمایہ داری کے

حالات سے مطابقت میں لانے کے لیے، لازمی طور پر مزید ٹھوس اور ترقی یافتہ بنانا چاہیے، یہ ذہن نشین رکھتے ہوئے کہ اجارہ دار سرمایہ داری ہر قسم کا منافع نہیں چاہتی، بلکہ زیادہ سے زیادہ منافع چاہتی ہے۔ یہی جدید سرمایہ داری کا بنیادی اقتصادی قانون ہو گا۔

جدید سرمایہ داری کے بنیادی اقتصادی قانون کی ضروریات اور بنیادی خصوصیات کو، لگ بھگ، اس طرح تشکیل دیا جا سکتا ہے: استحصال، تباہی اور کسی ملک کی آبادی کی اکثریت کی غربت کے ذریعے، دوسرے ملکوں کے لوگوں کو منظم طریقے سے لوٹ کر اور غلام بنا کر، خصوصاً پسماندہ ملکوں میں، اور آخر میں، جنگوں کے ذریعے اور قومی معیشت کی عسکریت کے ذریعے، جنہیں بلند ترین منافع حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ جدید حالات میں سرمایہ داری کے ارتقاء کے لیے اوسط منافع کو بہر حال کافی قرار دینا چاہیے۔ یہ سچ نہیں ہے۔ اوسط منافع، نفع کا کم ترین نکتہ ہے، جس سے نیچے سرمایہ دارانہ پیداوار ناممکن ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ سوچنا حماقت ہو گی کہ، مقبوضہ علاقوں پر قابض ہو کر، عوام کو غلام بنا کر اور جنگیں پیدا کر کے، جدید اجارہ دار سرمایہ داری کے منتظمین محض اوسط منافع حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نہیں، یہ اوسط منافع نہیں، اور نہ ہی یہ بڑا منافع ہے، جو اوسط منافع میں محض معمولی اضافے کی عکاسی کرتا ہے، بلکہ یہ زیادہ سے زیادہ منافع ہی ہے جو اجارہ دار سرمایہ داری کو چلانے والی مشین ہے۔ یہ زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی ہی ضرورت ہے جو اجارہ دار سرمایہ داری کو اس قسم کے پر خطر منصوبوں کی جانب دوڑاتی ہے جیسے کہ مقبوضہ علاقوں اور پسماندہ ملکوں کو غلام بنانا اور ان کی منظم لوٹ مار کرنا، کئی خود مختار ملکوں کو منحصر ملکوں میں بدل دینا، نئی جنگیں منظم کرنا، جو جدید سرمایہ داری کے مقناطیسوں کے لیے ایک "کاروبار" ہے، جو زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کے مقصد سے بہترین مطابقت رکھتا ہے، اور آخر میں، عالمی اقتصادی بالادستی جیتنے کی کاوشیں۔

سرمایہ داری کے بنیادی اقتصادی قانون کی اہمیت، دوسری چیزوں کے علاوہ، اس بات پر مشتمل ہے کہ، چونکہ یہ سرمایہ دارانہ طریقۂ پیداوار کے ارتقاء کے تمام اہم مظاہر کا، اس کی فوری ترقی اور بحرانوں کا، اس کی فتوحات اور شکستوں کا، اس کی صلاحیتوں اور عدم صلاحیتوں کا، اس کی متضاد ترقی کے پورے عمل کا تعین کرتا ہے، اس لیے یہ ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ہم انہیں سمجھیں اور ان کی وضاحت کریں۔

یہ رہی اس کی "چونکا دینے والی" مثالوں میں سے ایک مثال:

ہم سب سرمایہ داری کے عمل اور تاریخ کے ان حقائق سے واقف ہیں جو سرمایہ داری میں ٹیکنالوجی کی سریع ترقی کی مثال پیش کرتے ہیں، جب سرمایہ دار اعلیٰ ترین ٹیکنالوجی کی تحریک کے سربراہ کی حیثیت سے، پیداوار کی تیکنیک کی ترقی میں انقلابیوں کی حیثیت سے، نمودار ہوتے ہیں۔ لیکن ہم اس سے مختلف قسم کے حقائق سے بھی واقف ہیں جو سرمایہ دارانہ

نظام کے تحت تیکنیکی ترقی میں خلل کی مثال پیش کرتے ہیں، جب سرمایہ دار تیکنیک کی ترقی میں رجعت پسندوں کی حیثیت سے سامنے آتے ہیں اور اکثر دستی محنت استعمال کرتے ہیں۔

اس بالکل نمایاں تضاد کی وضاحت کس طرح کی جائے؟ اس کی وضاحت صرف سرمایہ داری کے بنیادی اقتصادی قانون کے ذریعے ہی کی جاسکتی ہے، یعنی زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی ضرورت کے ذریعے۔ سرمایہ نئی تیکنیکوں کی حمایت کرتا ہے جب یہ اس کے لیے اونچاترین منافع حاصل کرنے کی ضامن ہوں۔ اور جب نئی تیکنیکیں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی ضمانت نہیں دیتیں تو سرمایہ نئی تیکنیکوں کے خلاف ہوتا ہے، اور دستی محنت سے رجوع کرتا ہے۔

جدید سرمایہ داری کے بنیادی اقتصادی قانون کے معاملات کی نوعیت یہ ہے۔

کیا سوشلزم کا کوئی بنیادی اقتصادی قانون ہے؟ ہاں، یہ ہے۔ اس قانون کی بنیادی خاصیتیں اور ضروریات کیا ہیں؟ سوشلزم کے بنیادی اقتصادی قانون کی بنیادی خاصیتوں اور ضروریات کو لگ بھگ اس طرح تشکیل دیا جاسکتا ہے: جدید تر تیکنیک کی بنیاد پر سوشلسٹ پیداوار کی مستقل وسعت اور کاملیت کے ذریعے پورے سماج کی مستقل بڑھتی ہوئی مادی اور ثقافتی ضروریات کی زیادہ سے زیادہ تسکین کا حصول۔

نتیجے کے طور پر: زیادہ سے زیادہ منافع کمانے کے بجائے، سماج کی مادی اور ثقافتی ضروریات کی زیادہ سے زیادہ تسکین؛ پیداوار کی ترقی کے تسلسل میں فوری ترقی سے بحران اور بحران سے فوری ترقی کے خلل کے بجائے، پیداوار کی بنا تعطل توسیع؛ سماج کی پیداواری قوتوں کی تباہی کے ہمراہ، تیکنیکی ترقی میں وقتی خلل کے بجائے، جدید تر تیکنیک کی بنیاد پر پیداوار کو کامل بنانے کا بنا تعطل عمل۔

یہ کہا جاتا ہے کہ قومی معیشت کی متناسب، متوازن ترقی کا قانون، سوشلزم کا بنیادی اقتصادی قانون ہے۔ لیکن یہ سچ نہیں ہے۔ قومی معیشت کی متوازن ترقی، اور، چنانچہ، اقتصادی منصوبہ بندی، جو کم و بیش اس قانون کی وفاداری سے عکاسی کرتی ہے، بذات خود کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتی، اگر یہ بات معلوم نہ ہو کہ منصوبہ بند اقتصادی ترقی کس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کی جارہی ہے، یا اگر یہ مقصد واضح نہ ہو۔ قومی معیشت کی متوازن ترقی کا قانون مطلوبہ نتائج صرف اسی وقت دے سکتا ہے جب ایسا کوئی مقصد موجود ہو جس کے لیے اقتصادی ترقی کی منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ اس سے بھی کم، اقتصادی منصوبہ بندی یہ مقصد فراہم نہیں کرسکتی۔ یہ مقصد سوشلزم کے بنیادی اقتصادی قانون میں دائمی طور پر موجود ہے، اس کی ضروریات کی صورت میں، جس کی وضاحت پہلے کی جاچکی ہے۔ چنانچہ، قومی معیشت کی متوازن ترقی کا قانون اپنے مکمل دائرہ کار میں صرف تبھی متحرک ہوسکتا ہے جب یہ سوشلزم کے بنیادی اقتصادی قانون کی بنیاد پر عمل میں آئے۔

جہاں تک اقتصادی منصوبہ بندی کا تعلق ہے، یہ صرف تبھی مثبت نتائج حاصل کر سکتی ہے جب دو شرائط موجود ہوں: (الف) یہ قومی معیشت کی متوازن ترقی کے قانون کی ضروریات کی درست عکاسی کرے، اور (ب) اگر یہ ہر لحاظ سے سوشلزم کے بنیادی اقتصادی قانون کی ضروریات سے مطابقت رکھتی ہو۔

8۔ دیگر سوالات

1) **جاگیردارانہ نظام کے تحت اضافی معاشی جبر**

یقینا، اضافی معاشی جبر نے جاگیردارانہ زمینداروں کی معاشی قوت کو مضبوط کرنے میں کردار ادا کیا، تاہم، یہ نہیں، بلکہ زمین کی جاگیردارانہ ملکیت جاگیرداری نظام کی بنیاد تھی۔

2) **اجتماعی کھیت کے گھرانے کی ذاتی ملکیت۔**

یہ کہنا غلط ہو گا، جیسا کہ نصابی کتاب کا مسودہ کہتا ہے، کہ "اجتماعی کھیت کے ہر گھرانے کے پاس ذاتی استعمال کے لیے بھینس، چھوٹا لائیو اسٹاک اور پولٹری ہے۔" دراصل، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، یہ ذاتی استعمال میں نہیں ہے، بلکہ ذاتی ملکیت کی حیثیت سے ہے کہ اجتماعی کھیت کے گھرانے کے پاس بھینس، لائیو اسٹاک، پولٹری وغیرہ موجود ہے۔ "ذاتی استعمال میں" کا فقرہ واضح طور پر " زرعی آرٹیل کے ماڈل اصولوں " سے لیا گیا ہے۔ لیکن " زرعی آرٹیل کے ماڈل اصولوں " میں ایک غلطی ہوئی تھی۔ سوویت یونین کا آئین، جسے زیادہ احتیاط سے مرتب کیا گیا تھا، اس بات کو مختلف انداز سے یوں کہتا ہے:

"اجتماعی کھیت میں ہر گھر۔۔۔ذاتی ملکیت کی حیثیت سے اپنے پلاٹ پر مویشی، رہائشی گھر، لائیو اسٹاک، پولٹری اور چھوٹے زرعی آلات رکھتا ہے۔"

یقینا، یہ درست ہے۔

اس کے علاوہ، زیادہ خصوصیت کے ساتھ یہ کہنا بہتر ہو گا کہ ہر اجتماعی کاشتکار کے پاس، مقامی حالات کے مطابق، ذاتی ملکیت کے طور پر ایک سے لے کر کئی گائیں، کئی بھیڑیں، بکریاں، سؤر (تعداد کا انحصار مقامی حالات پر ہے)، اور پولٹری کی لامحدود مقدار (بطخیں، قازیں، مرغیاں، فیل مرغ) ہے۔

یہ تفصیلی کوائف بیرونِ ملک کامریڈوں کے لیے عظیم اہمیت کے حامل ہیں، جو بالکل درست انداز سے یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اب جبکہ ہمارے ملک میں زراعت کی اجتماع کاری کر دی گئی ہے تو اجتماعی کھیت کے گھرانے کے پاس اس وقت ذاتی ملکیت کے اعتبار سے کیا باقی ہے۔

3) **کسانوں کی جانب سے زمینداروں کو ادا کیا جانے والا کل کرایہ؛ زمین کی خرید پر کل خرچہ بھی۔**

نصابی کتاب کا مسودہ کہتا ہے کہ زمین کی قومی تحویل کے نتیجے میں، "کسان طبقے کو زمینداروں کو 500 ملین روبل کرایہ سالانہ ادا کرنے سے چھٹکارا مل گیا" (یہ "سونے" کے روبل ہونا چاہیے)۔ اس تخمینے کی تصدیق کرنی چاہیے، کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ اس میں وہ کرایہ شامل نہیں جو پورے روس میں ادا کیا گیا، بلکہ روسی گوبرنیاؤں کی اکثریت میں ادا کیا گیا کرایہ شامل ہے۔ یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ روس کے بعض سرحدی علاقوں میں کرایہ جنس کی صورت میں ادا کیا گیا، ایک حقیقت جسے کتاب کے مصنفین نے واضح طور پر نظر انداز کیا ہے۔ مزید برآں، یہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسانوں کو صرف کرایہ ادا کرنے سے چھٹکارا نہیں ملا، بلکہ زمین خریدنے کے لیے سالانہ خرچ سے بھی نجات ملی۔ کیا مسودہِ کتاب میں اس بات کا احاطہ کیا گیا ہے؟ مجھے لگتا ہے کہ نہیں کیا گیا؛ لیکن کیا جانا چاہیے تھا۔

4) **ریاستی مشین کے ساتھ اجارہ داریوں کا اتصال**

لفظ "اتصال" مناسب نہیں ہے۔ یہ ریاست کے ساتھ اجارہ داریوں کے ضم ہو جانے کے عمل کو سطحی اور بیانیہ انداز سے ظاہر کرتا ہے، لیکن یہ اس عمل کے اقتصادی مضمرات کو بے نقاب نہیں کرتا۔ معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ انضمام کا عمل محض اتصال کا عمل نہیں ہے، بلکہ اجارہ داریوں کے آگے ریاستی مشین کی تابعداری ہے۔ لہذا، لفظ "اتصال" کو خارج کر کے اسے ان الفاظ سے بدل دینا چاہیے: "اجارہ داریوں کے آگے ریاستی مشین کی تابعداری۔"

5) **سوویت یونین میں مشینوں کا استعمال۔**

نصابی کتاب کا مسودہ کہتا ہے کہ "سوویت یونین میں ہر اس معاملے میں مشینیں استعمال ہوتی ہیں جب سماج کی محنت کی کفایت کرنی ہو۔" یہ بالکل بھی وہ بات نہیں جسے کہنا مقصود ہے۔ اول یہ کہ، سوویت یونین میں مشینیں ہمیشہ محنت کی کفایت کرتی ہیں، اور لہذا، ہم سوویت یونین میں کسی ایسے معاملے سے واقف نہیں جہاں انہوں نے سماج کی محنت کی کفایت نہ کی ہو۔ دوئم، مشینیں صرف محنت کی کفایت نہیں کرتیں؛ یہ مزدور کی محنت کو بھی ہلکا کرتی ہیں، اور چنانچہ، ہمارے حالات میں، سرمایہ داری کے حالات کے برخلاف، مزدور محنت کے عمل میں مشینوں کو بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔

لہذا یہ کہنا چاہیے کہ سوویت یونین کے علاوہ کہیں اور مشینوں کو اتنی رغبت سے استعمال نہیں کیا جاتا، کیونکہ یہ سماج کی محنت کی کفایت کرتی ہیں اور مزدور کی محنت کو ہلکا کرتی ہیں، اور، جیسا کہ سوویت یونین میں کوئی بیروزگاری نہیں ہے، اس لیے مزدور قومی معیشت میں مشینوں کو بڑے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔

6) **سرمایہ دار ملکوں میں مزدور طبقے کا معیارِ زندگی۔**

عموماً، جب مزدور طبقے کے معیارِ زندگی کی بات کی جاتی ہے، تو اس سے مراد صرف برسرِ روزگار مزدور ہوتے ہیں، وہ نہیں جسے بیروزگاروں کی اضافی فوج کہا جاتا ہے۔ کیا مزدور طبقے کے معیارِ زندگی کے سوال کے بارے میں یہ درست رویہ ہے؟ میرا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ اگر بیروزگاروں کی ایک اضافی فوج موجود ہے، جس کے اراکین اپنی قوتِ محنت کو فروخت کیے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے، تو بیروزگار بھی لازمی طور پر مزدور طبقے کا حصہ ہیں؛ اور اگر وہ مزدور طبقے کا حصہ ہیں، تو ان کی مفلسانہ حالت پیداوار میں مصروف مزدوروں کے معیارِ زندگی کو متاثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ لہذا، میرا خیال ہے کہ جب سرمایہ دار ملکوں میں مزدور طبقے کے معیارِ زندگی کو بیان کیا جائے، تو بیروزگار مزدوروں کی اضافی فوج کے حالات کا بھی اس میں احاطہ کرنا چاہیے۔

7) **قومی آمدنی۔ میں اس بات کو لازمی سمجھتا ہوں کہ نصابی کتاب کے مسودے میں قومی معیشت پر ایک باب شامل کیا جائے۔**

8) **کیا نصابی کتاب میں لینن اور اسٹالن پر، سوشلزم کی سیاسی معیشت کے بانیوں کی حیثیت سے، ایک خصوصی باب ہونا چاہیے؟**

میرا خیال ہے کہ "سوشلزم کا مارکسی نظریہ۔ ولادیمیر لینن اور جوزف اسٹالن کے ذریعے سوشلزم کی سیاسی معیشت کی بنیاد کاری،" باب کو نصابی کتاب سے خارج کر دینا چاہیے۔ یہ بالکل ہی غیر ضروری ہے، کیونکہ یہ کوئی اضافہ نہیں کرتا، اور بے رنگ انداز سے صرف ان باتوں کو زیادہ تفصیل سے دوہراتا ہے جو نصابی کتاب کے گزشتہ ابواب میں کہی جا چکی ہیں۔

جہاں تک دوسرے سوالوں کا تعلق ہے، میرے پاس کامریڈ اوسترا وتیانوف، لیونتیف، شیپلوف اور گاتوفسکی، وغیرہ کی "تجاویز" پر تبصرے کے لیے کوئی رائے نہیں ہے۔

9۔ سیاسی معیشت پر مارکسی نصابی کتاب کی بین الاقوامی اہمیت

میرا خیال ہے کہ سیاسی معیشت پر مارکسی نصابی کتاب کی اہمیت کی تعریف کامریڈ اس بھرپور انداز سے نہیں کرتے جیسا کہ کرنی چاہیے۔ صرف ہمارے سوویت نوجوانوں کو ہی اس کی ضرورت نہیں ہے۔ تمام ملکوں میں کمیونسٹوں اور کمیونسٹ ہمدردوں کو خاص طور پر اس کی ضرورت ہے۔ بیرونِ ملک ہمارے کامریڈ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ ہم نے کس طرح سرمایہ دارانہ غلامی کو توڑا؛ کس طرح ہم نے اپنے ملک کی معیشت کو از سرِ نو سوشلسٹ خطوط پر استوار کیا؛ ہم نے کسان طبقے کی دوستی کس طرح جیتی؛ کس طرح ہم نے ایک ایسے ملک کو جو حال ہی میں غربت زدہ اور کمزور تھا امیر اور طاقتور ملک میں بدل دیا؛ اجتماعی کھیت کیا ہیں؛ حالانکہ زرائع پیداوار سماجی ہیں، لیکن ہم نے اجناس کی پیداوار، پیسے اور تجارت وغیرہ کا خاتمہ کیوں نہیں کیا۔ وہ یہ سب جاننا چاہتے ہیں، اوراس کے علاوہ بہت کچھ، صرف تجسس کی خاطر نہیں، بلکہ ہم سے سیکھنے کی خاطر اور ہمارے تجربے کو اپنے ملکوں میں استعمال کرنے کے لیے۔ چنانچہ، سیاسی معیشت پر ایک اچھی مارکسی نصابی کتاب پیش کرنا نہ صرف داخلی طور پر سیاسی اہمیت کی، بلکہ عظیم بین الاقوامی اہمیت کی حامل بات بھی ہے۔

جس چیز کی، لہذا، ضرورت ہے وہ ایک ایسی نصابی کتاب ہے جو نہ صرف داخلی سطح پر بلکہ بیرونِ ملک بھی انقلابی نوجوانوں کے لیے حوالے کی کتاب کے طور پر خدمت انجام دے سکے۔ یہ ضخیم نہیں ہونی چاہیے، کیونکہ زیادہ ضخیم نصابی کتاب حوالے کی کتاب نہیں ہو سکتی اور اسے ہضم کرنا، اس پر مہارت حاصل کرنا، دشوار ہوتا ہے۔ لیکن اس میں ہمارے ملک کی معیشت اور سرمایہ دارانہ اور نوآبادیاتی نظام کی معیشت سے متعلق تمام بنیادی چیزیں شامل ہونا چاہییں۔

بحث کے دوران، بعض کامریڈوں نے تجویز دی تھی کہ نصابی کتاب میں کئی دوسرے ابواب شامل کیے جائیں: تاریخ دانوں نے تاریخ پر، سیاسی سائنسدانوں نے سیاست پر، فلسفیوں نے فلسفے پر، معیشت دانوں نے معیشت پر۔ لیکن اس کا اثر یہ ہوتا کہ نصابی کتاب ناقابلِ پیمائش سمتوں میں پھول جاتی۔ یہ یقینا نہیں کرنا چاہیے۔ نصابی کتاب سیاسی معیشت کے مسائل کی تشریح کے لیے تاریخی طریقۂ کار استعمال کرتی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم سیاسی معیشت پر نصابی کتاب کو سیاسی رشتوں کی تاریخ کی کتاب میں بدل دیں۔

جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے وہ 500 یا زیادہ سے زیادہ 600 صفحات کی نصابی کتاب ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ یہ مارکسی سیاسی معیشت پر حوالے کی کتاب ہو گی، اور تمام ملکوں کے نوجوان کمیونسٹوں کے لیے ایک بہترین تحفہ ہو گی۔

اتفاقی طور پر، بیرون ملک موجود کمیونسٹ پارٹیوں کی اکثریت کی مارکسی ترقی کی ناکافی سطح کے پیشِ نظر، ایسی نصابی کتاب بیرون ملک موجود ایسے کیڈر کے لیے بھی نہایت مفید ہو سکتی ہے جو اب نوجوان نہیں رہے۔

10۔ سیاسی معیشت پر نصابی کتاب کو بہتر بنانے کے طریقے

بحث کے دوران بعض کامریڈوں نے نصابی کتاب کے مسودے کو انتھک انداز سے مختصر کرنے کی کوشش کی، اس کی غلطیوں اور خامیوں پر اس کے مصنفوں کے ساتھ ملامت اورڈانٹ ڈپٹ کا رویہ اختیار کیا، اور دعوی کیا کہ مسودہ ایک ناکامی تھی۔ یہ بات غیر منصفانہ ہے۔ یقینا، نصابی کتاب میں خامیاں ہیں، لیکن ہر بڑے کام میں عملی طور پر ایسی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ خواہ کچھ بھی ہو، لیکن بحث میں شامل شرکاء کی اکثریت کی رائے بہر حال یہی تھی کہ یہ مسودہ مستقبل کی نصابی کتاب کے لیے بنیاد فراہم کر سکتا تھا اوراس میں محض چند اضافوں اور درستگی کی ضرورت تھی۔ یقینا، سیاسی معیشت پر پہلے سے جاری نصابی کتابوں سے اس مسودے کا موازنہ کسی کو بھی یہ دکھا سکتا ہے کہ یہ مسودہ ان سے بہت بہتر ہے۔ اوراس وجہ سے اس مسودے کے مصنفین بہت زیادہ تعریف کے مستحق ہیں۔

میرا خیال ہے کہ نصابی کتاب کے مسودے کو بہتر بنانے کے لیے، یہ مناسب ہو گا کہ ایک چھوٹی کمیٹی بنائی جائے جو نہ صرف نصابی کتاب کے مصنفوں پر مشتمل ہو، اور نہ صرف اس کی طرفداری کرنے والوں پر، بلکہ بحث کے شرکاء کی اکثریت کے مخالفین پر، نصابی کتاب کے مکمل مخالف ناقدین پر بھی مشتمل ہو۔

یہ بہتر ہو گا کہ کمیٹی میں ایک ماہرِ اعدادوشمار کو بھی شامل کیا جائے تاکہ اعدادوشمار کی تصدیق کی جا سکے اور مسودے کے لیے درکار اضافی اعداد و شمار بھی مہیا کیے جا سکیں، اس کے ساتھ ساتھ ایک ماہرِ قانون بھی اس میں شامل ہونا چاہیے تاکہ تشکیلات کی درستگی کی تصدیق کی جا سکے۔

کمیٹی کے اراکین کو عارضی طور پر تمام دیگر کاموں سے فارغ کر دینا چاہیے اوران کی ضروریات کا اچھی طرح خیال رکھنا چاہیے تاکہ وہ نصابی کتاب کو بہتر بنانے کے لیے خود کو مکمل طور پر وقف کر دیں۔

مزید بر آں، یہ بہتر ہو گا کہ تین افراد پر مشتمل ایک ادارتی کمیٹی قائم کی جائے، جو نصابی کتاب کی تالیف کو حتمی شکل دے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ تحریر کے اسلوب میں ہم آہنگی لائی جا سکے، جو کہ، بدقسمتی سے، نصابی کتاب کے مسودے میں نہیں ہے۔

تیار شدہ نصابی کتاب کو مرکزی کمیٹی میں پیش کرنے کے لیے وقت کی حد ایک سال ہو۔

جوزف اسٹالن، 1 فروری، 1952

11۔ کامریڈ الیکزینڈر ایلچ نوتکن کو جواب

کامریڈ نوتکن،

مجھے جواب دینے کی جلدی نہیں تھی، کیونکہ مجھے ان سوالوں میں کوئی عجلت دکھائی نہیں دی جنہیں آپ نے اٹھایا تھا۔ سب سے زیادہ اس وجہ سے کیونکہ ایسے دیگر سوالات بھی ہیں جو فوری توجہ کے طالب ہیں اور جنہوں نے قدرتی طور پر آپ کے خط سے توجہ ہٹادی تھی۔

میں نکتہ بہ نکتہ جواب دوں گا۔

پہلا نکتہ۔ "تبصرے" میں ایک بیان اس حد تک ہے کہ سائنسی قوانین کے آگے سماج بے بس نہیں ہے، کہ انسان، اقتصادی قوانین کو جان کر، انہیں سماج کے مفاد میں استعمال کر سکتا ہے۔ آپ کو یقین ہے کہ اس مفروضے کو دوسری سماجی تشکیلات تک وسعت نہیں دی جاسکتی، کہ اس کا اطلاق صرف سوشلزم اور کمیونزم کے تحت ہی ہو سکتا ہے، کہ سرمایہ داری کے تحت اقتصادی عوامل / فعلیتوں کا بنیادی کردار، مثال کے طور پر، سماج کے لیے یہ بات ناممکن بناتا ہے کہ اقتصادی قوانین کو سماج کے مفاد میں استعمال کیا جائے۔

یہ سچ نہیں ہے۔ فرانس میں سرمایہ دارانہ انقلاب کے وقت، مثال کے طور پر، سرمایہ داروں نے جاگیرداروں کے خلاف اس قانون کا استعمال کیا کہ پیداواری رشتے لازماً پیداواری قوتوں کے کردار سے مطابقت میں ہوں، انہوں نے پیداوار کے جاگیردارانہ تعلقات کا تختہ الٹ دیا، نئے، سرمایہ دارانہ پیداواری تعلقات قائم کیے، اور انہیں ان پیداواری قوتوں کے ساتھ مطابقت میں لائے جو جاگیردارانہ سماج کے بطن سے پیدا ہوئی تھیں۔ سرمایہ داروں نے یہ اس لیے نہیں کیا کیونکہ ان کے پاس مخصوص صلاحیتیں تھیں، بلکہ وہ ایسا اس لیے کر پائے کیونکہ وہ ایسا کرنے میں بنیادی دلچسپی رکھتے تھے۔ جاگیرداروں نے اس کے خلاف مزاحمت اپنی بیوقوفی کی وجہ سے نہیں کی تھی، بلکہ اس وجہ سے کی تھی کیونکہ وہ اس قانون کو نافذ العمل ہونے سے روکنے میں بنیادی دلچسپی رکھتے تھے۔

یہی بات ہمارے ملک میں سوشلسٹ انقلاب کے بارے میں بھی کہنی چاہیے۔ مزدور طبقے نے اس قانون کو استعمال کیا کہ پیداواری تعلقات کو لازماً پیداواری قوتوں کے کردار کے ساتھ مطابقت میں ہونا چاہیے، انہوں نے سرمایہ دارانہ پیداواری تعلقات کو اکھاڑ پھینکا، نئے، سوشلسٹ پیداواری تعلقات تخلیق کیے اور انہیں پیداواری قوتوں کے کردار کے ساتھ مطابقت میں لائے۔ وہ ایسا کرنے کے قابل اس لیے نہیں ہوئے کیونکہ وہ کوئی خاص صلاحیتیں رکھتے تھے، بلکہ انہوں نے اس لیے ایسا کیا کیونکہ وہ اس میں بنیادی طور پر دلچسپی رکھتے تھے۔ سرمایہ دار طبقہ، جو سرمایہ دارانہ انقلاب کے آغاز میں ایک ترقی یافتہ قوت سے تبدیل ہو کر پہلے ہی ایک ردِ انقلابی قوت بن چکا تھا، اس نے اس قانون کے اطلاق کے خلاف ہر

طرح کی مزاحمت کی، اور اس نے ایسا اس لیے نہیں کیا کیونکہ اس کے پاس تنظیمی قوت کی کمی تھی، اور نہ اس وجہ سے کہ اقتصادی فعلیتوں کے فطری عنصر نے اسے مزاحمت کی جانب دھکیلا، بلکہ بنیادی طور پر اس نے اس لیے ایسا کیا کیونکہ وہ اس بات میں بنیادی دلچسپی رکھتا تھا کہ یہ قانون عمل پذیر نہ ہو پائے۔

نتیجتاً:

1۔ اقتصادی فعلیتیں، اقتصادی قوانین، نہ صرف سوشلزم اور کمیونزم میں ایک یا دوسرے پیمانے پر سماج کے مفاد میں استعمال کیے جاتے ہیں، بلکہ تمام دوسری سماجی تشکیلات میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے۔

2۔ طبقاتی سماج میں ہمیشہ اور ہر جگہ ایک طبقاتی پس منظر ہوتا ہے، اور مزید بر آں، ہمیشہ اور ہر جگہ، ترقی یافتہ طبقہ اقتصادی قوانین کو سماجی مفاد میں استعمال کرنے کا حامی ہوتا ہے، جبکہ رجعتی طبقات اس کی مزاحمت کرتے ہیں۔

اس معاملے میں، دوسرے طبقوں میں اور مزدور طبقے میں، جس نے تاریخ کے ارتقاء کے کسی بھی مرحلے پر پیداواری تعلقات کو انقلابی بنایا ہو، فرق اس حقیقت پر مشتمل ہے کہ مزدور طبقے کے طبقاتی مفادات سماج کی غالب اکثریت کے مفادات کے ساتھ ضم ہو جاتے ہیں، کیونکہ مزدور انقلاب کا مطلب استحصال کی کسی ایک یا دوسری شکل کا خاتمہ نہیں، بلکہ تمام استحصال کا خاتمہ ہے، جبکہ دوسرے طبقوں کے انقلابات، جنہوں نے استحصال کی کسی ایک یا دوسری شکل کو ختم کیا، وہ اپنے طبقے کے مفادات کی تنگ حدود میں محدود تھے، جو سماج کی اکثریت کے مفادات کے ساتھ ٹکراؤ میں تھے۔

"تبصرے" میں اقتصادی قوانین کو سماجی مفاد میں استعمال کرنے کے طبقاتی پس منظر کی بات کی گئی ہے۔ وہاں بیان کیا گیا ہے کہ "فطری سائنسوں کے قوانین کے برعکس، جہاں نئے قوانین کی دریافت اور ان کے اطلاق کا عمل کم و بیش ہموار انداز سے ہوتا ہے، اقتصادی شعبے میں نئے قوانین کی دریافت اور اطلاق کے عمل کو، جو سماج کی رجعتی قوتوں کے مفادات کو متاثر کرتا ہے، ان کی جانب سے طاقتور ترین مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔" یہ نکتہ آپ نے فراموش کر دیا۔

دوسرا نکتہ۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ پیداواری قوتوں کے کردار کے ساتھ پیداواری تعلقات کی مکمل مطابقت صرف سوشلزم اور کمیونزم میں ہی حاصل کی جاسکتی ہے، اور یہ کہ دوسری سماجی تشکیلات میں یہ مطابقت محض جزوی ہو سکتی ہے۔

یہ سچ نہیں ہے۔ سرمایہ دارانہ انقلاب کے بعد کے دور میں، جب سرمایہ دار طبقے نے پیداوار کے جاگیردارانہ تعلقات کو توڑ پھوڑ ڈالا تھا اور پیداوار کے سرمایہ دارانہ تعلقات قائم کیے تھے، تب بے شک ایسے ادوار آئے تھے جب سرمایہ دارانہ پیداواری تعلقات پیداواری قوتوں کے کردار کے ساتھ مکمل مطابقت رکھتے تھے۔ بصورتِ دیگر، سرمایہ داری اس سرعت سے ترقی نہیں کر سکتی تھی جو اس نے سرمایہ دارانہ انقلاب کے بعد کی۔

مزید بر آں، "مکمل مطابقت" کے الفاظ کو مطلق معنی میں ہر گز نہیں لینا چاہیے۔ انہیں ہر گز ان معنی میں نہیں سمجھنا چاہیے کہ سوشلزم میں پیداواری تعلقات پیداواری قوتوں کی افزائش سے بالکل بھی پیچھے نہیں ہیں۔ پیداواری قوتیں پیداوار کی سب سے متحرک اور انقلابی قوتیں ہیں۔ وہ سوشلزم میں بھی ناقابل تردید طور پر پیداواری تعلقات سے زیادہ پیش رفت کرتی ہیں۔ صرف کچھ وقت گزر جانے کے بعد ہی پیداواری تعلقات پیداواری قوتوں کی مطابقت میں تبدل ہوتے ہیں۔

تب، پھر، "مکمل مطابقت" کے الفاظ کو کن معنی میں سمجھا جائے؟ انہیں ان معنی میں سمجھا جائے کہ سوشلزم کے تحت معاملات اس حد تک پیش رفت نہیں کرتے کہ پیداواری تعلقات پیداواری قوتوں کے ساتھ ٹکراؤ میں آجائیں، کہ سماج اس حالت میں ہوتا ہے کہ وہ پچھڑے رہ جانے والے پیداواری تعلقات کو پیداواری قوتوں کے کردار کے ساتھ بروقت مطابقت میں لا سکے۔ سوشلسٹ سماج یہ کرنے کے قابل اس لیے ہوتا ہے کیونکہ اس میں وہ رجعتی طبقے شامل نہیں ہوتے جو اس عمل کے خلاف مزاحمت منظم کریں۔ یقینا، سوشلزم کے تحت بھی ایسی پسماندہ، سکوتی قوتیں ہوں گی جو پیداواری تعلقات کی تبدیلی کی ضرورت کو تسلیم نہیں کرتیں؛ لیکن، معاملات کو ٹکراؤ کی سطح تک لائے بغیر ان کو قابو کرنا، یقینا، مشکل نہیں ہو گا۔

تیسرا نکتہ۔ آپ کے استدلال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ زرائع پیداوار کو، اور سب سے پہلے، ہمارے قومی کاروباری اداروں میں پیدا کیے جانے والے آلاتِ پیداوار کو، اجناس قرار دیتے ہیں۔

کیا ہمارے سوشلسٹ نظام میں زرائع پیداوار کو اجناس قرار دیا جاسکتا ہے؟ میری رائے میں ایسا بالکل نہیں کیا جاسکتا۔

جنس ایک ایسی پیداواری شے ہے جسے کسی بھی خریدار کو فروخت کیا جاسکتا ہے، اور جب اس کا مالک اسے بیچتا ہے، تو وہ اس کی ملکیت کھو دیتا ہے اور خریدنے والا اس جنس کا مالک بن جاتا ہے، جسے وہ دوبارہ بیچ سکتا ہے، عطیہ کر سکتا ہے یا خراب ہونے کے لیے چھوڑ سکتا ہے۔ کیا زرائع پیداوار اس زمرے میں آتے ہیں؟ یقینا یہ نہیں آتے۔ سب سے پہلے تو یہ کہ زرائع پیداوار (ہمارے سوشلسٹ نظام میں) کسی خریدار کو "فروخت" نہیں کیے جاتے، حتیٰ کہ انہیں اجتماعی کھیتوں کو بھی نہیں "بیچا" جاتا؛ انہیں ریاست کی جانب سے کاروباری اداروں کے لیے مختص کیا جاتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ کسی کاروباری ادارے کو منتقل کرنے کے دوران، ان کی مالک، یعنی ریاست، ان کی ملکیت سے محروم نہیں ہوتی؛ اس کے برعکس، یہ مکمل طور پر اسے برقرار رکھتی ہے۔ تیسری بات یہ کہ کاروباری اداروں کے ناظم جو سوویت ریاست سے یہ زرائع پیداوار وصول کرتے ہیں، انہیں ان کا مالک ہونے کے بجائے، ریاست کے ایسے کارگزار سمجھا جاتا ہے جن کا فرض ان زرائع پیداوار کو ریاست کے قائم کردہ منصوبوں کی مطابقت میں استعمال کرنا ہوتا ہے۔

تو پھر یہ نظر آئے گا کہ ہمارے نظام کے تحت ذرائع پیداوار یقینا اجناس کے زمرے میں شامل نہیں کیے جاسکتے۔

اس صورت میں، ہم پھر کیوں زرائع پیداوار کی قدر کی بات، ان کی پیداواری لاگت کی بات، ان کی قیمت کی بات، وغیرہ، کرتے ہیں؟

اس کی دو وجوہات ہیں۔

اول یہ کہ اس کی ضرورت حساب کتاب اور معاہدے کے لیے، یہ طے کرنے کے لیے کہ کاروباری ادارے ادائیگی کر رہے ہیں یا نقصان میں چل رہے ہیں، کاروباری اداروں کی جانچ پڑتال اور کنٹرول کے لیے ہے۔ لیکن یہ معاملے کا صرف رسمی پہلو ہے۔

دوئم، اس کی ضرورت ہماری بیرونی تجارت کے مفادات میں، بیرونِ ملک اپنے زرائع پیداوار کی فروخت کرنے کے لیے ہے۔ یہاں، بیرونِ ملک تجارت کے دائرے میں، لیکن صرف اسی دائرے میں، ہمارے زرائع پیداوار واقعی اجناس ہیں، اور انہیں بیچا جاتا ہے (اصطلاح کے براہِ راست معنی میں)۔

چنانچہ، یہ ثابت ہوتا ہے کہ بیرونِ ملک تجارت کے دائرے میں ہمارے کاروباری اداروں میں بنائے جانے والے زرائع پیداوار، دونوں طرح سے، رسمی بھی اور بنیادی بھی، اجناس کی خصوصیات رکھتے ہیں، لیکن اندرونِ ملک اقتصادی ترسیل کے دائرے میں، زرائع پیداوار اجناس کی خصوصیات سے عاری ہیں، اجناس نہیں رہتے اور قدر کے قانون کے دائرہ کار سے باہر نکل جاتے ہیں، اور صرف اجناس کا بیرونی خول (حساب کتاب وغیرہ) رکھتے ہیں۔

اس خاصیت کی وضاحت کیسے کی جائے؟

اس معاملے کی حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سوشلسٹ حالات میں اقتصادی ترقی ہلچلوں کے زریعے نہیں بلکہ بتدریج تبدیلیوں کے زریعے آگے بڑھتی ہے، پرانے کا فوراً خاتمہ کرکے نہیں بلکہ اس کی فطرت کو نئے میں ڈھال کر اور صرف اس کی شکل برقرار رکھ کر ہوتی ہے؛ نیا پرانے کو محض تباہ نہیں کرتا بلکہ اس میں سرایت کر جاتا ہے، اس کی فطرت اور افعال کو بدل دیتا ہے، اس کی شکل کو توڑے بغیر، لیکن نئے کی ترقی کے لیے اسے استعمال کرکے۔ ہماری اقتصادی ترسیل کے عمل میں یہ بات نہ صرف اجناس کے معاملے میں سچ ہے، بلکہ پیسے کے معاملے میں بھی، اور بینکوں کے لیے بھی، جو، حالانکہ اپنے پرانے افعال چھوڑ دیتے ہیں اور نئے اختیار کر لیتے ہیں، لیکن اپنی پرانی شکل محفوظ رکھتے ہیں، جسے سوشلسٹ نظام استعمال میں لاتا ہے۔

اگر اس معاملے کو رسمی پہلو سے دیکھا جائے، مظہر کی سطح پر فعلیتوں کے واقع ہونے کے پہلو سے، تو کوئی بھی اس غلط نتیجے پر پہنچ سکتا ہے کہ ہماری معیشت میں سرمایہ دارانہ نظام کے زمرے اپنی افادیت قائم رکھتے ہیں۔ لیکن اگر معاملے کو مارکسی تجزیے کے نکتہ نظر سے دیکھا جائے، جو کسی اقتصادی فعلیت کے جوہر اور اس کی شکل کے درمیان، ترقی کی گہری فعلیتوں اور سطحی مظاہر کے درمیان، فرق کرتا ہے تو وہ اس واحد درست نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ بنیادی طور پر پرانے سرمایہ دارانہ

زمروں کی شکل، ان کا بیرونی اظہار ہے جو ہمارے ملک میں باقی رہا ہے، لیکن ان کا جوہر سوشلسٹ معیشت کی ترقی کی ضروریات سے مطابقت میں بنیادی طور پر تبدیل ہو گیا ہے۔

چوتھا نکتہ۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ قدر کا قانون ان "زرائع پیداوار" کی قیمتوں پر نگران حیثیت سے اثر انداز ہوتا ہے جن کی پیداوار زراعت میں کی جاتی ہے اور جنھیں ریاست کو خریداری کی قیمتوں پر فراہم کیا جاتا ہے۔ آپ اس قسم کے "زرائع پیداوار" کا حوالہ خام مال کی حیثیت سے، مثلاً، روئی وغیرہ کے طور پر دیتے ہیں۔ آپ کو اس میں پٹ سن، اون اور دیگر زرعی خام مال شامل کرنا چاہیے تھا۔

اس معاملے میں سب سے پہلے یہ کہنا چاہیے کہ زراعت "زرائعِ پیداوار" کو پیدا نہیں کرتی بلکہ صرف ایک زریعہِ پیداوار کو پیدا کرتی ہے، یعنی خام مال کو۔ لفظ "زرائع پیداوار" کے ساتھ کرتب نہیں دکھانا چاہیے۔ جب مارکسی زرائع پیداوار کی پیداوار کی بات کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں بنیادی طور پر جو چیز ہوتی ہے وہ پیداواری آلات کی پیداوار ہوتی ہے، جنہیں مارکس "محنت کے آلات، وہ آلات جو میکانیکی نوعیت کے ہوتے ہیں، جنہیں، مجموعی طور پر، ہم پیداوار کی ہڈیاں اور پٹھے کہہ سکتے ہیں،" جو "پیداوار کے کسی عہد کی خصوصیات" پر مشتمل ہوتے ہیں۔ زرائع پیداوار (خام مال) کے کسی حصے کو زرائع پیداوار کے برابر قرار دینا، آلاتِ پیداوار کی شمولیت کے ساتھ، مارکسزم کے ساتھ گناہ کرنا ہے، کیونکہ مارکسزم کا خیال ہے کہ دیگر تمام پیداواری زرائع کے موازنے میں پیداواری آلات فیصلہ کن کردار ادا کرتے ہیں۔ ہر کوئی یہ بات جانتا ہے کہ خام مال، بذاتِ خود، پیداواری زرائع کو پیدا نہیں کر سکتا، حالانکہ پیداواری آلات کی پیداوار کے لیے خاص قسم کا خام مال ضروری ہوتا ہے، جبکہ خام مال کو پیداواری آلات کے بغیر پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

مزید برآں: کیا زراعت میں پیدا کیے جانے والے خام مال کی قیمت پر قدر کے قانون کا اثر نگران اثر ہے، جیسا کہ کامریڈ نوتکن آپ کہتے ہیں؟ یہ نگران اثر ہوتا، اگر ہمارے ملک میں زرعی خام مال کی قیمتیں "آزادانہ" عمل پزیر ہوتیں، اگر پیداوار میں مسابقت اور نراج کا قانون غالب ہوتا، اگر ہماری معیشت منصوبہ بند معیشت نہ ہوتی، اور اگر خام مال کی پیداوار منصوبہ بندی کی نگرانی میں نہ ہوتی۔ لیکن چونکہ ہمارے معاشی نظام سے یہ تمام "اگر" غائب ہیں، اس لیے زرعی خام مال کی قیمت پر قدر کے قانون کا اثر نگران حیثیت کا حامل نہیں ہو سکتا۔ سب سے پہلے تو یہ کہ ہمارے ملک میں زرعی خام مال کی قیمتیں متعین ہیں، منصوبہ بندی سے قائم ہیں، اور "آزاد" نہیں ہیں۔ دوسری بات یہ کہ زرعی خام مال کی مقداروں کا تعین خودرو یا اتفاقی عناصر سے نہیں ہوتا بلکہ منصوبہ بندی سے ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ زرعی خام مال کی پیداوار کے لیے درکار آلاتِ پیداوار افراد، یا افراد کے گروہوں کے ہاتھوں میں نہیں ہیں، بلکہ ریاست کے ہاتھوں میں ہیں۔ تو پھر اس سب کے بعد قدر کے قانون کی کیا نگران حیثیت باقی رہتی ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ خود قدر کا قانون سوشلسٹ پیداوار کے مندرجہ بالا عناصر کی نگرانی میں عمل پذیر ہے۔

چنانچہ، اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قدر کا قانون زرعی خام مال کی قیمتوں کی تشکیل پر یقیناً اثر انداز ہوتا ہے، کہ یہ اس عمل کے عناصر میں سے ایک عنصر ہے۔ لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا اثر نہ ہی نگران حیثیت کا حامل ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

پانچواں نکتہ۔ اپنے "تبصرے" میں سوشلسٹ قومی معیشت کے نفع بخش ہونے کی بات کرتے ہوئے، میں بعض ان کامریڈوں کی تردید کر رہا تھا جو کہتے ہیں کہ نفع بخش کاروباری اداروں کو عظیم اہمیت نہ دے کر، اور ان کے متوازی غیر نفع بخش اداروں کی موجودگی کو برداشت کرتے ہوئے، ہماری منصوبہ بند معیشت اقتصادی فرائض کے نفع بخش ہونے کے اصول کا ہی خون کر رہی ہے۔ وہ "تبصرہ" کہتا ہے کہ نفع بخش ہونے پر انفرادی کارخانے یا صنعتوں کے نکتہ نظر سے غور و خوص کرنا نفع بخش ہونے کی اس اعلی تر شکل سے ہر لحاظ سے کمتر ہے جو ہم اپنے سوشلسٹ طریقہ پیداوار سے حاصل کرتے ہیں، جو ہمیں فاضل پیداوار کے بحرانوں سے بچاتی ہے اور پیداوار کی مستقل وسعت کو ہمارے لیے یقینی بناتی ہے۔ لیکن اس بات سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہو گا کہ انفرادی کارخانوں یا صنعتوں کے نفع بخش ہونے کا معاملہ کسی خاص اہمیت کا حامل نہیں اور ہماری سنجیدہ توجہ کا مستحق نہیں۔ یہ بات یقیناً سچ نہیں ہے۔ انفرادی کارخانوں یا صنعتوں کا نفع بخش ہونا ہماری صنعت کی ترقی کے لیے بہت اہم بات ہے۔ پیداوار کی منصوبہ بندی کرتے وقت اور تعمیر کی منصوبہ بندی کرتے وقت، دونوں معاملوں میں اس کا لازماً خیال رکھنا چاہیے۔ ترقی کے موجودہ مرحلے پر یہ ہماری اقتصادی سرگرمی کی بنیادی شرط ہے۔

چھٹا نکتہ۔ یہ واضح نہیں ہے کہ سرمایہ داری کے حوالے سے آپ کے ان لفظوں کو " بہت بگڑی ہوئی شکل میں توسیع شدہ پیداوار" کیسے سمجھا جائے۔ یہ کہنا چاہیے کہ ایسی پیداوار، اور اس لحاظ سے توسیع شدہ پیداوار، فطرت میں واقع نہیں ہوتی۔

یہ ثابت شدہ بات ہے کہ عالمی مارکیٹ کی تقسیم کے بعد، اور بڑے سرمایہ دار ملکوں (امریکہ، برطانیہ اور فرانس) کے ہاتھوں عالمی وسائل کے استحصال کے دائرے کے سکڑ جانے کا عمل شروع ہونے کے بعد، سرمایہ داری کی ترقی کا دائرہ جاتی کردار، پیداوار میں اضافہ اور کمی، لازماً جاری رہے گا۔ تاہم، ان ملکوں میں پیداوار کی وسعت تنگ تر بنیاد پر آگے بڑھے گی، کیونکہ ان ملکوں میں پیداوار کا حجم کم ہو جائے گا۔

ساتواں نکتہ۔عالمی سرمایہ دارانہ نظام کا عمومی بحران پہلی عالمی جنگ کے دور میں شروع ہوا، خصوصاً سرمایہ دارانہ نظام سے سوویت یونین کے الگ ہو جانے کی وجہ سے۔ یہ عمومی بحران کا پہلا مرحلہ تھا۔ عمومی بحران کا دوسرا مرحلہ دوسری عالمی جنگ کے دور میں پیدا ہوا، خصوصاً جب یورپی اور ایشیائی عوامی جمہوریائیں سرمایہ دارانہ نظام سے ٹوٹ کر الگ ہو گئیں۔ پہلا بحران، پہلی عالمی جنگ کے دور میں، اور دوسرا بحران، دوسری عالمی جنگ کے دور میں، انہیں ہرگز جداگانہ، غیر مربوط اور آزاد بحرانات نہیں بلکہ عالمی سرمایہ دارانہ نظام کے عمومی بحران کے ارتقاء کے مرحلے سمجھنا چاہیے۔

کیا عالمی سرمایہ داری کا عمومی بحران محض ایک سیاسی، یا محض ایک اقتصادی بحران ہے؟ نہ ہی ایک اور نہ دوسرا۔ یہ ایک عمومی، یعنی عالمی سرمایہ داری نظام کا مجموعی بحران ہے جو سیاسی اور اقتصادی دونوں دائروں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اور یہ واضح ہے کہ ایک طرف اس کی بنیاد میں عالمی سرمایہ داری نظام کا مستقل بڑھنے والا تنزل موجود ہے، اور دوسری جانب ان ملکوں کی بڑھتی ہوئی معاشی طاقت ہے جو سرمایہ داری سے الگ ہو چکے ہیں یعنی سوویت یونین، چین اور دیگر عوامی جمہوریائیں۔

جوزف اسٹالن

21اپریل،1952

12۔ کامریڈ ایل۔ڈی۔یاروشینکو کی غلطیوں کے بارے میں

کچھ عرصہ پہلے سوویت کمیونسٹ پارٹی (بالشویک) کی مرکزی کمیٹی کے اراکین کو کامریڈ یاروشینکو کی طرف سے 20مارچ، 1952 کی درج تاریخ کے ساتھ، ان متعدد اقتصادی سوالوں کے حوالے سے ایک خط موصول ہوا جن پر نومبر میں بحث کی گئی تھی۔ خط کے مصنف کی شکایت ہے کہ اس مباحثے کا خلاصہ کرنے والی دستاویزات، اور کامریڈ اسٹالن کا "تبصرہ" کامریڈ یاروشینکو کی رائے پر کسی قسم کا اظہار نہیں کرتے۔ کامریڈ یاروشینکو اس میں یہ بھی تجویز کرتے ہیں کہ انہیں "سوشلزم کی سیاسی معیشت" تصنیف کرنے کی اجازت دی جائے، جسے سال یا ڈیڑھ سال میں مکمل کیا جائے گا، اور یہ کہ انہیں اس کام میں مدد دینے کے لیے دو نائبین فراہم کیے جانے چاہییں۔

میرا خیال ہے کہ کامریڈ یاروشینکو کی شکایت اور ان کی تجویز دونوں کا ان کی قابلیت کے معیار پر جائزہ لینا چاہیے۔

آیئے شکایت سے آغاز کریں۔

تو کامریڈ یاروشینکو کی وہ "رائے" کیا ہے جن پر مندرجہ بالا دستاویزات میں کوئی اظہار نہیں کیا گیا؟

1۔ یاروشینکو کی بنیادی غلطی

کامریڈ یاروشینکو کی رائے کو دو لفظوں میں بیان کرنے کے لیے، یہ کہنا چاہیے کہ یہ غیر مارکسی، اور، اس لیے، بہت زیادہ غلط ہے۔

کامریڈ یاروشینکو کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ وہ سماج کی ترقی میں پیداواری قوتوں اور پیداواری تعلقات کے کردار کے سوال پر مارکسی نکتہ نظر کو فراموش کر دیتے ہیں، کہ وہ پیداواری قوتوں کے کردار کو حد سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں، اور اسی طرح پیداواری قوتوں کے کردار کی اہمیت کو بیحد گھٹا دیتے ہیں، اور اس دعوے پر پہنچتے ہیں کہ سوشلزم کے تحت پیداواری تعلقات پیداواری قوتوں کا ایک جزو ہیں۔

کامریڈ یاروشینکو "مخاصمانہ طبقاتی تضادات" کے حالات کے تحت پیداواری تعلقات کو ایک خاص کردار عطا کرنے پر تیار ہیں جہاں تک کہ پیداواری تعلقات "پیداواری قوتوں کی ترقی کے خلاف چلتے ہیں۔" لیکن وہ اسے ایک خالصتا منفی کردار تک محدود کرتے ہیں، ایک ایسے عامل کے کردار کے طور پر جو پیداواری قوتوں کی ترقی کو معذور کرتا ہے، ان کی ترقی پر بندش لگاتا ہے۔ کامریڈ یاروشینکو، پیداواری تعلقات کے کسی بھی قسم کے دیگر افعال، مثبت افعال، دیکھنے میں ناکام رہتے ہیں۔

جہاں تک سوشلسٹ نظام کا تعلق ہے، جہاں "مخاصمانہ طبقاتی تضادات"، مزید موجود نہیں رہتے، اور جہاں پیداواری تعلقات "پیداواری قوتوں کی ترقی کے خلاف مزید نہیں چلتے"، یہاں کامریڈ یاروشینکو کے مطابق، پیداواری تعلقات

خود مختار کردار کا ہر زرہ کھو دیتے ہیں، وہ ترقی کے ایک اہم عنصر کی حیثیت کھو دیتے ہیں، اور پیداواری قوتوں میں ضم ہو جاتے ہیں، ان کا ایک حصہ بن کر۔ کامریڈ یاروشینکو کہتے ہیں کہ سوشلزم کے تحت "انسان کے پیداواری تعلقات، ایک وسیلے، ان کی تنظیم کے ایک عنصر کی حیثیت سے، انسان کی پیداواری قوتوں کی تنظیم کا حصہ بن جاتے ہیں۔"

اگر ایسا ہے تو، پھر "سوشلزم کی سیاسی معیشت" کا اہم فریضہ کیا ہے؟ کامریڈ یاروشینکو کا جواب ہے: " سوشلزم کی سیاسی معیشت کا اہم فریضہ، لہذا، سوشلسٹ سماج کے اراکین کے پیداواری تعلقات کی تحقیق و تفتیش کرنا نہیں ہے؛ یہ سماجی پیداوار میں پیداواری قوتوں کی تنظیم کے سائنسی نظریے کی وضاحت کرنا اور اسے ترقی دینا ہے، ایک ایسا نظریہ جو اقتصادی ترقی کی منصوبہ بندی کا نظریہ ہو۔"

اس بات سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ کامریڈ یاروشینکو اس قسم کے سوالوں میں دلچسپی کیوں نہیں رکھتے جیسے کہ ہمارے ملک میں ملکیت کی مختلف شکلوں کی موجودگی، اجناس کی ترسیل، قدر کا قانون وغیرہ، جن کے بارے میں انہیں یقین ہے کہ یہ معمولی سوالات ہیں جو صرف کتابی تنازعات کو بڑھاوا دیتے ہیں۔ وہ صاف طور پر یہ اعلان کرتے ہیں کہ ان کے " سوشلزم کی سیاسی معیشت" میں "سوشلسٹ سیاسی معیشت کے کسی خاص زمرے کے کردار کے بارے میں تنازعات کو جیسے کہ قدر، جنس، پیسہ، قرضہ، وغیرہ، جو کہ ہمارے معاملے میں اکثر کتابی قسم کے مسائل ہیں، انہیں سماجی پیداوار میں پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری کے صحت مند مباحثے سے، اس تنظیم کاری کے درست ہونے کے سائنسی مظاہرے کے زریعے، تبدیل کر دیا جاتا ہے۔"

الغرض، سیاسی معیشت لیکن معاشی مسائل کے بغیر۔

کامریڈ یاروشینکو کا خیال ہے کہ "پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری " کرنا ہے ہی کافی ہے اور اسی سے سوشلزم سے کمیونزم میں منتقلی بغیر کسی دقت کے ہو جائے گی۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کمیونزم میں منتقلی کے لیے یہی کافی ہے۔ وہ صاف طور پر یہ دعوی کرتے ہیں کہ "سوشلزم کے تحت، کمیونسٹ سماج قائم کرنے کی بنیادی جدوجہد پیداواری قوتوں کی موزوں تنظیم سازی کی جدوجہد تک اور سماجی پیداوار میں ان کے عقلی استعمال تک محدود ہو جاتی ہے۔" کامریڈ یاروشینکو یہ دعوی کرتے ہیں کہ " سماجی پیداوار میں پیداواری قوتوں کی اعلی ترین سائنسی تنظیم ہی کمیونزم ہے۔"

تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ کمیونسٹ نظام کا جوہر "پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری" سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہو جانا ہے۔

ان تمام باتوں سے، کامریڈ یاروشینکو یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ تمام سماجی تشکیلات کے لیے کوئی واحد سیاسی معیشت نہیں ہو سکتی، کہ لازمی طور پر دو مختلف سیاسی معیشتیں ہونی چاہییں: ایک وہ جو سوشلزم سے پہلے کی سماجی تشکیلات کے لیے ہو اور جس کی تفتیش کا موضوع انسان کے پیداواری تعلقات ہونے چاہییں، اور دوسری وہ جس کی تفتیش کا موضوع پیداوار نہیں ہونا چاہیے، یعنی معاشی تعلقات نہیں ہونے چاہییں، بلکہ پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری ہونا چاہیے۔

یہ ہے کامریڈ یاروشینکو کی رائے۔

اس رائے کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟

سب سے پہلے تو یہ بات سچ نہیں ہے کہ سماج کی تاریخ میں پیداواری تعلقات کا کردار صرف رکاوٹ کا، پیداواری قوتوں کی ترقی پر بندش کا، رہا ہے۔ جب مارکسی پیداواری تعلقات کے معذور کردار کی بات کرتے ہیں تو ان کے ذہن میں تمام پیداواری تعلقات نہیں ہوتے، بلکہ صرف پرانے پیداواری تعلقات ہوتے ہیں، جو پیداواری قوتوں کی نشوونما سے مزید مطابقت نہیں رکھتے، اور نتیجتاً، ان کی ترقی کو معذور کرتے ہیں۔ لیکن، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، کہ پرانے کے ساتھ، نئے پیداواری تعلقات بھی ہوتے ہیں، جو پرانے کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ نئے پیداواری رشتوں کا کردار پیداواری قوتوں پر رکاوٹ ڈالنے کا ہے؟ نہیں، یہ نہیں کہا جا سکتا۔ اس کے برخلاف، نئے پیداواری تعلقات بنیادی اور فیصلہ کن قوت ہوتے ہیں، وہ قوت جو درحقیقت پیداواری قوتوں کی مزید، اور زیادہ طاقتور ترقی کا تعین کرتی ہے، اور جس کے بغیر مؤخر الذکر ٹھہراؤ کا شکار ہو جائیں گی، جیسا کہ آج سرمایہ دارانہ ملکوں میں ہے۔

کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ ہماری سوویت صنعت میں پیداواری قوتوں کی ترقی نے پنج سالہ منصوبوں کے دوران زبردست جستیں لی ہیں۔ لیکن یہ ترقی نہ ہوتی اگر ہم نے، اکتوبر 1917، میں پرانے، سرمایہ دارانہ پیداواری تعلقات کو نئے، سوشلسٹ تعلقات سے بدلا نہ ہوتا۔ پیداوار میں، ہمارے ملک کے معاشی رشتوں میں، اس انقلاب کے بغیر ہماری پیداواری قوتیں انحطاط کا شکار ہو جاتیں، اسی طرح جیسے آج یہ سرمایہ دار ملکوں میں ہیں۔

کوئی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ زراعت میں ہماری پیداواری قوتوں کی ترقی نے گزشتہ بیس یا پچیس سالوں میں زبردست جستیں لی ہیں۔ لیکن یہ ترقی نہ ہوتی اگر ہم نے 1930 کی دہائی میں پرانے، سرمایہ دارانہ پیداواری تعلقات کو دیہی علاقوں میں نئے، اجتماعی پیداواری تعلقات سے تبدیل نہ کیا ہوتا۔ پیداوار میں اس انقلاب کے بغیر، ہماری زرعی پیداواری قوتیں جمود کا شکار ہو جاتیں، جیسے کہ آج یہ سرمایہ دار ملکوں میں ہیں۔

یقیناً، نئے پیداواری تعلقات ہمیشہ نئے نہیں رہتے، نہ رہ سکتے ہیں؛ پیداواری قوتوں کی مزید ترقی کی راہ میں وہ پرانے ہو جاتے ہیں اور اس کے برخلاف چلتے ہیں؛ وہ پیداواری قوتوں کے سہارے کا کردار ترک کر دیتے ہیں اور ان کے لیے رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اس موقع پر، ان پیداواری تعلقات کی جگہ جو کہ بوسیدہ ہو چکے ہوتے ہیں، نئے پیداواری رشتے نمودار ہوتے ہیں جن کا کردار یہ ہوتا ہے کہ وہ پیداواری قوتوں کی مزید ترقی کا سہارا بنیں۔

پیداواری قوتوں پر رکاوٹ کے کردار سے انہیں آگے دھکیلنے والے مرکزی سہارے کے کردار تک، اور مرکزی سہارے کے کردار سے پیداواری قوتوں پر رکاوٹ کے کردار تک، پیداواری قوتوں کی یہ مخصوص ترقی مارکسی جدلیاتی مادیت کے بنیادی عناصر کے ایک اہم رکن پر مشتمل ہے۔ مارکسزم کا شوق رکھنے والا ہر شخص آج کل یہ جانتا ہے۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ کامریڈ یاروشینکو اس سے ناواقف ہیں۔

دوسرے یہ بات سچ نہیں ہے کہ پیداواری، یعنی معاشی، تعلقات سوشلزم میں اپنی خود مختاری کھو دیتے ہیں، کہ پیداواری قوتیں انہیں جذب کر لیتی ہیں، کہ سوشلزم کے تحت پیداوار، پیداواری قوتوں کی تنظیم کاری تک گھٹ جاتی ہے۔ مارکسزم کے نزدیک پیداوار ایک کامل وحدت ہے جو دو ناقابلِ علیحدگی اطراف میں تقسیم ہے: سماج کی پیداواری قوتیں (سماج کا قدرت کی طاقتوں کے ساتھ تعلق، جن کے ساتھ مقابلے میں یہ اپنی ضرورت کی مادی قدریں حاصل کرتا ہے) اور پیداواری تعلقات (پیداوار کے عمل میں لوگوں کے ایک دوسرے کے ساتھ رشتے)۔ یہ سماجی پیداوار کی دو مختلف اطراف ہیں حالانکہ یہ ایک دوسرے سے اس طرح جڑی ہیں کہ انہیں الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اور اسی وجہ سے کہ یہ سماجی پیداوار کی مختلف اطراف پر مشتمل ہیں، اسی لیے یہ ایک دوسرے پر اثرانداز ہونے کے قابل ہیں۔ یہ دعوی کہ ان اطراف میں سے کوئی ایک کسی دوسرے میں جذب ہو سکتی ہے اور اس طرح اس کا حصہ بن سکتی ہے، ایسا کرنا مارکسزم کے خلاف بڑے گناہ کا ارتکاب کرنا ہے۔

مارکس نے کہا تھا: " پیداوار میں انسان نہ صرف فطرت پر اثر انداز ہوتے ہیں بلکہ ایک دوسرے پر بھی۔ وہ صرف ایک دوسرے کے ساتھ خاص قسم کے اشتراک کے ذریعے اور ایک دوسرے سے سرگرمیوں کے تبادلے کے ذریعے ہی پیداوار کر سکتے ہیں۔ پیداوار کرنے کے لیے، وہ ایک دوسرے کے ساتھ مخصوص ربط یا رشتے میں داخل ہوتے ہیں اور صرف انہی سماجی روابط اور رشتوں کے اندر ہی فطرت پر ان کا اثر اور پیداوار کا عمل ہوتا ہے۔"

چنانچہ، سماجی پیداوار کی دو اطراف ہوتی ہیں، جو، حالانکہ ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہوتی ہیں کہ انہیں الگ نہیں کیا جا سکتا، لیکن یہ تعلقات کی کے دو مختلف زمروں کی عکاسی کرتی ہیں: فطرت کے ساتھ انسان کے رشتے (پیداواری قوتیں) اور پیداوار کے عمل میں انسانوں کے ایک دوسرے کے ساتھ رشتے (پیداواری تعلقات)۔ ہم سماجی پیداوار کی بات تبھی کر سکتے ہیں جب پیداوار کی یہ دونوں اطراف موجود ہوں، خواہ ایسا سوشلسٹ نظام کے تحت ہو یا کسی اور قسم کی سماجی تشکیل کے تحت۔

یہ ثابت ہے کہ کامریڈ یاروشینکو مارکس سے بالکل بھی اتفاق نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مارکس کا یہ نظریہ سوشلسٹ نظام پر لاگو نہیں ہوتا۔ اسی وجہ سے وہ سوشلزم کی سیاسی معیشت کے مسئلے کو پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری تک گھٹا دیتے ہیں اور پیداوار کو، معاشی تعلقات کو، پیداواری قوتوں سے الگ کر دیتے ہیں۔

چنانچہ، اگر ہم کامریڈ یاروشینکو کی پیروی کرتے، تو جس چیز سے ہمارا سامنا ہوتا وہ مارکسی سیاسی معیشت کے بجائے، بوگدانوف کی "آفاقی تنظیمی سائنس" کی طرح کی کوئی چیز ہوتی۔

لہذا، اس درست خیال سے شروع کرتے ہوئے کہ پیداواری قوتیں سب سے زیادہ متحرک اور انقلابی پیداواری قوتیں ہوتی ہیں، کامریڈ یاروشینکو اس تصور کو حماقت کی حد تک گھٹا دیتے ہیں، اس نکتے تک کہ وہ سوشلزم میں پیداواری، معاشی

رشتوں، کے کردار کا ہی انکار کر دیتے ہیں؛ اور مکمل طور پر سماجی پیداوار کے بجائے، جو انہیں حاصل ہوتا ہے وہ پیداوار کی ایک ناہموار اور سوکھی سٹریل ٹیکنالوجی ہے یعنی بخارن کے طرز کی "سماجی تنظیم کی تیکنیک" جیسی کوئی چیز۔

مارکس کہتا ہے: "اپنی زندگی کی سماجی پیداوار میں (یعنی، لوگوں کی زندگی کے لیے ضروری مادی اشیاء کی پیداوار میں، - جوزف اسٹالن) انسان ایک دوسرے کے ساتھ ایسے مخصوص رشتوں میں داخل ہوتے ہیں جو ان کی منشاء سے آزاد اور ناگزیر ہوتے ہیں، یعنی پیداواری رشتے، جو ان کی مادی پیداواری قوتوں کی ترقی کے ایک خاص مرحلے سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ان پیداواری تعلقات کا مجموعہ سماج کا معاشی ڈھانچہ تشکیل دیتا ہے، جو کہ وہ اصل بنیاد ہے جس پر وہ قانونی اور سیاسی بالائی ڈھانچہ کھڑا ہوتا ہے جس سے سماجی شعور کی مخصوص شکلیں مطابقت رکھتی ہیں۔"

اس کا مطلب ہے کہ ہر سماجی تشکیل میں، بشمول سوشلسٹ سماج، اس کی معاشی بنیاد ہوتی ہے جو انسان کے پیداواری تعلقات کے مجموعے پر مشتمل ہوتی ہے۔ کوئی یہ پوچھ سکتا ہے کہ سوشلسٹ سماج کی معاشی بنیاد کے بارے میں کامریڈ یاروشینکو کو کیا ہوا؟ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، کامریڈ یاروشینکو پہلے ہی سوشلزم کے تحت پیداواری تعلقات کو کم و بیش خود مختار دائرہ کار قرار دے کر ان کا خاتمہ کر چکے ہیں، اور انہوں نے ان کا جو معمولی حصہ بچتا ہے اسے پیداواری قوتوں کی تنظیم کاری میں شامل کر دیا ہے۔ کوئی پوچھ سکتا ہے کہ کیا سوشلسٹ نظام کی خود اپنی کوئی معاشی بنیاد ہے؟ یقینا، یہ دیکھتے ہوئے کہ سوشلزم کے تحت پیداواری تعلقات کم و بیش خود مختار عنصر کے طور پر غائب ہو گئے ہیں، سوشلسٹ نظام معاشی بنیاد کے بغیر رہ جاتا ہے۔

الغرض، ایک سوشلسٹ نظام بغیر کسی معاشی بنیاد کے۔ کافی مزاحیہ صورتحال۔۔۔

کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی سماجی نظام کسی معاشی بنیاد کے بغیر ہو؟ کامریڈ یاروشینکو ثابت شدہ طور پر اس بات پر یقین رکھتے ہیں۔ مارکسزم، تاہم، یہ یقین رکھتا ہے کہ فطرت میں ایسے سماجی نظام نہیں ہوتے۔

آخر میں، یہ سچ نہیں ہے کہ کمیونزم کا مطلب پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری ہے، کہ پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری ہی کمیونسٹ نظام کا آغاز و انجام ہے، کہ صرف پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری کرنا ضروری ہے اور صرف اسی سے کمیونزم میں منتقلی بغیر کسی رکاوٹ کے ہو جائے گی۔ ہمارے ادب (لٹریچر) میں اس کی ایک اور تعریف ہے، کمیونزم کا ایک اور فارمولا ہے - لینن کا فارمولا: "سوویت اقتدار بشمول پورے ملک کو بجلی فراہم کرنا، کمیونزم ہے۔" لینن کا فارمولا واضح طور پر کامریڈ یاروشینکو کو پسند نہیں، اور وہ اسے اپنے خود ساختہ فارمولے سے بدل دیتے ہیں: "سماجی پیداوار میں پیداواری قوتوں کی اعلیٰ ترین سائنسی تنظیم کاری، کمیونزم ہے۔"

سب سے پہلے تو کوئی یہ نہیں جانتا کہ پیداواری قوتوں کی یہ "اعلیٰ تر سائنسی" اور "عقلی" تنظیم کاری جس کی تشہیر کامریڈ یاروشینکو کرتے ہیں وہ کس چیز کی نمائندگی کرتی ہے، کہ اس کی ٹھوس شکل کیا ہے۔ اجلاس میں اپنی تقریروں میں اور ورکنگ پینلز کے مباحثوں میں اور پولٹ بیورو کو لکھے گئے اپنے خط میں، کامریڈ یاروشینکو اپنے اس اساطیری فارمولے کو

درجنوں بار دہراتے ہیں، لیکن کہیں بھی وہ اس بات کی وضاحت کے لیے ایک لفظ نہیں بولتے کہ پیداواری قوتوں کی "عقلی تنظیم کاری" کو، جو کہ تصوراتی طور پر کمیونسٹ سماج کے جوہر کے آغاز و انجام پر مشتمل ہے، کس طرح سمجھنا چاہیے۔

دوئم، اگر ان دو فارمولوں کے درمیان انتخاب کیا جائے، تو یہ لینن کا فارمولا نہیں، جو کہ واحد درست فارمولا ہے، جسے مسترد کرنا چاہیے بلکہ کامریڈ یاروشینکو کا مصنوعی فارمولا ہے، جو اتنے واضح طور پر عجیب الخلقت اور غیر مارکسی ہے، اور جسے بوگدانوف کے اسلحہ خانے سے ادھار لیا گیا ہے، اس کی "آفاقی تنظیمی سائنس" سے۔

کامریڈ یاروشینکو سمجھتے ہیں کہ ہمیں صرف پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم سازی کو یقینی بنانے کی ضرورت ہے اور ہم اجناس کی فراوانی حاصل کرنے اور کمیونزم میں داخل ہونے کے، " ہر کسی کو اس کے کام کے مطابق" کے فارمولے سے، " ہر کسی کو اس کی ضرورت کے مطابق" فارمولے میں داخل ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔ یہ سنگین غلطی ہے، اور سوشلزم کی معاشی ترقی کے قوانین سے مکمل ناواقفیت کو آشکار کرتی ہے۔ سوشلزم سے کمیونزم میں منتقلی کے حالات کے بارے میں کامریڈ یاروشینکو کا تصور بہت زیادہ سادہ اور بچکانہ ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ نہ ہی معاشرے کی ضروریات کا احاطہ کرنے کے قابل اجناس کی بہتات (فراوانی)، نہ ہی اس فارمولے میں منتقلی کہ "ہر کسی کو اس کی ضرورت کے مطابق"، ممکن ہو سکتی ہے اگر ایسے معاشی عوامل نافذ العمل ہوں جیسے کہ اجتماعی کھیت، گروہ، ملکیت، اجناس کی ترسیل، وغیرہ۔ کامریڈ یاروشینکو یہ نہیں سمجھتے کہ "ہر کسی کو اس کی ضرورت کے مطابق" فارمولے تک رسائی حاصل کرنے سے پہلے ہمیں سماج کی معاشی اور ثقافتی تعلیم نو کے متعدد مرحلوں سے گزرنا ہو گا، جس کے دوران معاشرے کی نظر میں کام (محنت) محض زندگی کو سہارا دینے کے وسیلے سے تبدیل ہو کر زندگی کی بنیادی ضرورت بن جائے گا اور سماجی ملکیت سماج کے وجود کی مقدس اور ناقابل تنسیخ بنیاد بن جائے گی۔

اس مقصد کے لیے کہ کمیونزم میں منتقلی کے لیے زبانی نہیں بلکہ حقیقی راہ ہموار کی جائے، کم از کم تین اولین شرائط کا پورا ہونا ضروری ہے۔

1۔ سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ پیداواری قوتوں کی اساطیری "عقلی تنظیم" کو نہیں بلکہ سماجی پیداوار کی مسلسل توسیع کو، ذرائع پیداوار کی پیداوار کی توسیع کی نسبتاً اعلیٰ تر شرح کو، یقینی بنایا جائے۔ ذرائع پیداوار کی پیداوار کی توسیع کی نسبتاً اونچی شرح نہ صرف اس لیے ضروری ہے کیونکہ اسے اپنے کارخانوں کے لیے بھی اور قومی معیشت کی تمام دیگر شاخوں کے لیے بھی آلات مہیا کرنے ہوتے ہیں، بلکہ اس لیے بھی کیونکہ وسیع تر پیمانے پر پیداوار نو اس کے بغیر ناممکن ہو جاتی ہے۔

2۔ دوسرے مرحلے پر یہ ضروری ہے کہ اجتماعی کھیتوں کے مفاد میں، اور چنانچہ، پورے معاشرے کے مفاد میں، اجتماعی کھیت کی ملکیت کو بتدریج منتقلی کے وسیلوں کے زریعے سماجی ملکیت کی سطح پر لایا جائے، اور، بتدریج منتقلی کے وسیلوں کے ذریعے ہی، اجناس کی ترسیل کو اجناس کے تبادلے کے نظام سے بدلا جائے، جس کے تحت مرکزی حکومت، یا کوئی سماجی-معاشی مرکز، سماجی پیداوار کی تمام پیداوار کو معاشرے کے مفاد میں کنٹرول کر سکے۔

کامریڈ یاروشینکو غلط ہیں جب وہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ سوشلزم کے تحت سماج کی پیداواری قوتوں اور پیداواری تعلقات کے درمیان کوئی تضاد نہیں ہے۔ یقینا، ہمارے موجودہ پیداواری تعلقات ایسے دور میں ہیں جب وہ مکمل طور پر پیداواری قوتوں کی ترقی سے مطابقت رکھتے ہیں اور انہوں سات گز چھلانگ لگانے میں مدد دیتے ہیں۔ لیکن اس پر قناعت کرنا اور یہ سوچنا غلط ہو گا کہ ہماری پیداواری قوتوں اور پیداواری تعلقات کے درمیان کوئی تضادات نہیں ہیں۔ تضادات یقینا ہیں، اور ہوں گے کیونکہ یہ دکھائی دیتا ہے کہ پیداواری تعلقات کی ترقی پیداواری قوتوں کی ترقی سے پیچھے رہ گئی ہے، اور رہے گی۔ اگر انتظامی اداروں کے بارے میں درست پالیسی اپنائی جائے تو یہ تضادات مخاصمت میں تبدیل نہیں ہوں گے اور اس بات کا کوئی امکان نہیں ہو گا کہ معاملات پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تنازعے میں بدل جائیں۔ اگر ہم نے غلط پالیسی اختیار کی تو معاملہ مختلف ہو گا، جیسا کہ کامریڈ یاروشینکو تجویز کرتے ہیں۔ اس صورت میں تنازع ناگزیر ہو گا، اور ہمارے پیداواری تعلقات پیداواری قوتوں کی مزید ترقی کے لیے سنجیدہ رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

انتظامی اداروں کا فریضہ، لہذا، یہ ہے کہ نموپذیر تضادات کو فورا سمجھیں، اور پیداواری تعلقات کو پیداواری قوتوں کی ترقی سے مطابقت میں لاکر ان تضادات کو حل کرنے کے بروقت اقدامات کریں۔ اس کا تعلق ایسے معاشی عوامل سے ہے جیسے کہ گروہ، یا اجتماعی کھیت، ملکیت اور اجناس کی ترسیل۔ اس وقت، یقینا، ہم ان عوامل کو سوشلسٹ معیشت کے فروغ کے لیے کامیابی سے استعمال کر رہے ہیں، اور یہ ہمارے معاشرے کے لیے ناقابلِ تردید فوائد رکھتے ہیں۔ یہ بات بھی ناقابلِ تردید ہے کہ یہ قریبی مستقبل میں بھی مفید ہوں گے۔ لیکن یہ نہ دیکھنا ناقابلِ معافی اندھاپن ہو گا کہ یہ عوامل پیداواری قوتوں کی طاقتور ترقی میں رکاوٹ ڈالنا شروع ہو گئے ہیں، کیونکہ یہ پوری قومی معیشت کی، اور خصوصا زراعت کی، حکومتی منصوبہ بندی کی مکمل وسعت میں رکاوٹیں کھڑی کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وقت گزرنے کے ساتھ یہ عوامل ہمارے ملک کی پیداواری قوتوں کی مسلسل ترقی کو زیادہ سے زیادہ روکیں گے۔ چنانچہ، فریضہ یہ ہے کہ اجتماعی کھیتوں کی ملکیت کو عوامی ملکیت میں بتدریج منتقل کرتے ہوئے، اور بتدریج انداز سے ہی اجناس کی ترسیل کی جگہ اجناس کے تبادلے کو متعارف کراتے ہوئے، ان تضادات کو ختم کیا جائے۔

3۔ تیسرے مرحلے پر یہ ضروری ہے کہ معاشرے کی ایسی ثقافتی ترقی کو یقینی بنایا جائے جو معاشرے کے تمام افراد کی ذہنی اور جسمانی صلاحیتوں کی ہمہ گیر ترقی ممکن بنائے، تاکہ معاشرے کے اراکین اس حالت میں ہوں کہ وہ ایسی تعلیم حاصل کر سکیں جو انہیں سماجی ترقی کا سرگرم عنصر بننے کے قابل بنائے، اور اس حالت میں ہوں کہ اپنے پیشوں کو آزادانہ چن سکیں اور، محنت کی موجودہ تقسیم کی وجہ سے، اپنی تمام زندگی کسی ایک پیشے سے بندھے نہ رہیں۔

اس کے لیے کیا درکار ہے؟

یہ سوچنا غلط ہو گا کہ معاشرے کے اراکین کے ثقافتی معیار میں ایسی بنیادی پیش رفت محنت کے موجودہ حالات میں بنیادی تبدیلیوں کے بغیر لائی جاسکتی ہے۔ اس کے لیے، سب سے پہلے یہ ضروری ہے کہ یومیہ کام کو کم از کم 6 گھنٹے تک کم کیا جائے، اور بعد میں 5 گھنٹے تک۔ یہ اس لیے ضروری ہے کہ سماج کے اراکین کو ہمہ گیر تعلیم حاصل کرنے کے لیے درکار ضروری وقت میسر آسکے۔ یہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ لازمی آفاقی پولی ٹیکنیک تعلیم متعارف کرائی جائے، جو اس لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے اراکین اپنے پیشوں کو آزادانہ طور پر چن سکیں اور تمام زندگی کسی ایک پیشے سے بندھے نہ رہیں۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ رہائشی حالات میں بنیادی بہتری لائی جائے، اور مزدوروں اور ملازموں کی حقیقی اجرتوں کو اجرتوں اور تنخواہوں میں براہِ راست اضافے کے ذریعے، اور زیادہ خصوصی طور پر، اشیائے صرف کی قیمتوں میں مزید منظم کمی کر کے، اگر زیادہ نہیں تو انہیں کم سے کم دوگنا کیا جائے۔

کمیونزم میں منتقلی کا راستہ تیار کرنے کے لیے یہ بنیادی شرائط درکار ہیں۔

جب یہ ابتدائی شرائط مکمل طور پر پوری ہوں گی صرف تبھی یہ امید کی جاسکتی ہے کہ سماج کے اراکین کی نظر میں کام مصیبت کے بجائے "زندگی کی بنیادی ضرورت" (کارل مارکس) میں تبدیل ہو گا، کہ "محنت بوجھ کے بجائے ایک نشاط بن جائے گی" (فریڈرک اینگلز)، اور یہ کہ سماجی ملکیت کو معاشرے کے تمام اراکین سماج کے وجود کی ناقابل تنسیخ اور مقدس بنیاد کا درجہ دیں گے۔

جب یہ تمام بنیادی شرائط مکمل طور پر پوری ہو جائیں گے تبھی یہ ممکن ہو سکے گا کہ "ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق، ہر ایک کو اس کے کام کے مطابق" کے سوشلسٹ فارمولے سے، "ہر ایک سے اس کی صلاحیت کے مطابق، ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق" کے کمیونسٹ فارمولے میں منتقل ہوا جاسکے۔

یہ ایک قسم کے معاشرے سے دوسری قسم کے معاشرے میں، ایک زیادہ اعلی شکل کی معیشت میں، کمیونزم کی معیشت میں، بنیادی منتقلی ہو گی۔

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں، سوشلزم سے کمیونزم میں منتقلی اتنا سادہ معاملہ نہیں ہے جتنا کہ کامریڈ یاروشینکو تصور کرتے ہیں۔

اس پیچیدہ اور مختلف اشکال کے عمل کو، جو گہری معاشی تبدیلیوں کا تقاضا کرتا ہے، اسے "پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم" تک گھٹا دینا، جیسا کہ کامریڈ یاروشینکو کرتے ہیں، یہ مارکس ازم کو بوگدانوف ازم سے تبدیل کر دینے کے مترادف ہے۔

2۔ کامریڈ یاروشینکو کی دیگر غلطیاں

1۔ اپنی غلط رائے سے، کامریڈ یاروشینکو، سیاسی معیشت کے میدان اور کردار کی نسبت غلط نتیجہ نکالتے ہیں۔
کامریڈ یاروشینکو تمام سماجی تشکیلات کے لیے ایک واحد سیاسی معیشت کی ضرورت سے اس بنیاد پر انکار کرتے ہیں کہ ہر سماجی تشکیل کے اپنے خصوصی معاشی قوانین ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں وہ بالکل غلط ہیں، اور اینگلز اور لینن جیسے مارکسیوں سے مطابقت نہیں رکھتے۔
اینگلز کہتا ہے کہ سیاسی معیشت " ان حالات اور شکلوں کی سائنس ہے جن کے تحت مختلف انسانی سماجوں نے پیداوار اوراس کا تبادلہ کیاہے اوراس بنیاد پر اپنی اجناس کی تقسیم کی ہے۔" چنانچہ، سیاسی معیشت کسی ایک سماجی تشکیل کے نہیں، بلکہ مختلف سماجی تشکیلات کی معاشی ترقی کے قوانین کی تفتیش کرتی ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں، لینن اس بات سے متفق تھے۔ بخارن کی "عبوری دور کی معاشیات" پر اپنی تنقیدی رائے میں انہوں نے کہا تھا کہ بخارن سیاسی معیشت کے میدان کو اجناس کی پیداوار تک، اور سب سے بڑھ کر، سرمایہ دارانہ پیداوار تک، محدود کرنے میں غلط تھا، اور ایسا کرتے ہوئے وہ "اینگلز سے ایک قدم پیچھے" جارہا تھا۔
نصابی کتاب کے مسودے میں سیاسی معیشت کی بیان کی گئی تعریف اس بات سے مکمل مطابقت رکھتی ہے جب وہ کہتی ہے کہ سیاسی معیشت وہ سائنس ہے جو "انسانی سماج کی ترقی کے مختلف مرحلوں پر مادی اقدار کی سماجی پیداوار اور تقسیم کے قوانین" کا مطالعہ کرتی ہے۔
یہ بات قابل فہم ہے۔ مختلف سماجی تشکیلات اپنی معاشی ترقی میں نہ صرف اپنے مخصوص معاشی قوانین کے زیرِ نگرانی ہوتی ہیں، بلکہ ان قوانین کے زیرِ نگرانی بھی ہوتی ہیں جو تمام سماجی تشکیلات میں مشترک ہیں، جیسا کہ مثال کے طور پر یہ قانون کہ پیداواری قوتیں اور پیداواری تعلقات ایک واحد سماجی پیداوار میں متحد ہوتے ہیں، اور تمام سماجی تشکیلات کی ترقی کے عمل میں پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تعلقات کی نگرانی کرنے والا قانون۔ چنانچہ، سماجی تشکیلات اپنے مخصوص قوانین کی وجہ سے نہ صرف ایک دوسرے سے الگ ہوتی ہیں، بلکہ تمام سماجی تشکیلات میں مشترک معاشی قوانین کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے جڑی ہوئی بھی ہوتی ہیں۔
اینگلز بالکل درست تھا جب اس نے کہا: " سرمایہ دارانہ معیشت کی تنقید کو مکمل طور پر عملی جامعہ پہنانے کے لیے، پیداوار، تبادلے اور تقسیم کی سرمایہ دارانہ شکل سے واقفیت کافی نہیں تھی۔ وہ شکلیں جو اس سے پہلے کی تھیں اور وہ جو پسماندہ ملکوں میں اس کے شانہ بشانہ ہنوز موجود ہیں، انہیں بھی، کم از کم ان کی بنیادی خصوصیات کی حد تک، جائزے اور موازنے سے گزارنا ضروری تھا۔"

یہ واضح ہے کہ یہاں، اس سوال پر، کامریڈ یاروشینکو، بخارن سے متفق ہیں۔

مزید برآں، کامریڈ یاروشینکو دعوی کرتے ہیں کہ ان کی "سوشلزم کی سیاسی معیشت" میں "سیاسی معیشت کے زمرے – قدر، جنس، پیسہ، قرض، وغیرہ۔، کو سماجی پیداوار میں پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری کی صحت مند بحث سے تبدیل کر دیا جاتا ہے،" کہ، نتیجتا، اس سیاسی معیشت کی تفتیش کا موضوع سوشلزم کے پیداواری تعلقات نہیں ہوں گے، بلکہ "پیداواری قوتوں کی تنظیم کاری کی سائنسی تھیوری کی وضاحت اور ترقی، معاشی منصوبہ بندی کی تھیوری،" ہو گی اور یہ کہ، سوشلزم کے تحت، پیداواری تعلقات اپنی خود مختار اہمیت کھو دیتے ہیں اور پیداواری قوتوں کے ایک حصے کے طور پر ان میں جذب ہو جاتے ہیں۔

یہ ضرور کہنا چاہیے کہ اس سے قبل کسی بھی زوال پذیر "مارکسی" نے اپنے تئیں اس قدر بیہودہ بات نہیں کی۔ سوشلزم کے لیے ایسی سیاسی معیشت کا صرف تصور کیجیے جو معاشی، پیداواری مسائل کے بغیر ہو! کیا عالمِ تخلیق میں کہیں بھی ایسی سیاسی معیشت وجود رکھتی ہے؟ سوشلزم کی سیاسی معیشت میں معاشی مسائل کو پیداواری قوتوں کی تنظیم کاری کے مسائل سے بدل دینے کا اثر کیا ہو گا؟ اس کا اثر سوشلزم کی سیاسی معیشت کا خاتمہ ہو گا۔ اور بالکل یہی کام کامریڈ یاروشینکو کرتے ہیں– وہ سوشلزم کی سیاسی معیشت ختم کر دیتے ہیں۔ اس معاملے میں ان کا نکتہ نظر مکمل طور پر بخارن کی نقالی کرتا ہے۔ بخارن نے کہا تھا کہ سرمایہ داری کے خاتمے کے ساتھ، سیاسی معیشت بھی ختم ہو جائے گی۔ کامریڈ یاروشینکو یہ نہیں کہتے، بلکہ یہ "کرتے" ہیں؛ وہ واقعی سیاسی معیشت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ سچ ہے کہ وہ یہ دکھاوا کرتے ہیں کہ وہ بخارن سے مکمل اتفاق نہیں کرتے؛ لیکن یہ محض ایک چال ہے، اور ایک گھٹیا چال۔ درحقیقت، وہ وہی کر رہے ہیں جس کی تبلیغ بخارن نے کی تھی اور جس کے خلاف لینن نے مجاہدانہ جدوجہد کی تھی۔ کامریڈ یاروشینکو بخارن کے نقشِ قدم پر چل رہے ہیں۔

مزید برآں، کامریڈ یاروشینکو سوشلزم کی سیاسی معیشت کے مسائل کو پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری کے مسائل تک، اقتصادی منصوبہ بندی وغیرہ کے مسائل تک، گھٹا دیتے ہیں۔ لیکن وہ سراسر غلطی پر ہیں۔ پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری، اقتصادی منصوبہ بندی وغیرہ، سیاسی معیشت کے مسائل نہیں ہیں بلکہ انتظامی اداروں کی اقتصادی پالیسی کے مسائل ہیں۔ یہ دو الگ شعبے ہیں، جنہیں بالکل بھی ایک دوسرے سے الجھانا نہیں چاہیے۔ کامریڈ یاروشینکو نے دو مختلف چیزوں کو الجھا دیا ہے اور بدترین انتشار پھیلا دیا ہے۔ سیاسی معیشت انسان کے پیداواری تعلقات کی ترقی کے قوانین کی تفتیش کرتی ہے۔ معاشی پالیسی اس عمل سے عملی نتائج اخذ کرتی ہے، انہیں ٹھوس شکل دیتی ہے، اور اپنے روزمرہ کے کام کو ان نتائج پر استوار کرتی ہے۔ سیاسی معیشت پر معاشی پالیسی کے مسائل کو تھوپنا اسے ایک سائنس کی حیثیت سے قتل کر دینے کے مترادف ہے۔

سیاسی معیشت کا میدان پیداوار ہے، یعنی انسان کے معاشی، پیداواری تعلقات۔ اس کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں:

(الف) زرائع پیداوار کی ملکیت کی شکلیں؛

(ب) پیداوار میں مختلف سماجی گروہوں کا مقام اور ان کے درمیان (ملکیت کی) ان شکلوں سے جنم لینے والے باہمی تعلقات، یاوہ جسے مارکس اس طرح بیان کرتا ہے: "وہ اپنی سرگرمیوں کا تبادلہ کرتے ہیں"؛ اجناس کی تقسیم کی شکلیں، جو مکمل طور پر ان سے متعین ہوتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں مل کر سیاسی معیشت کے میدان کی تشکیل کرتی ہیں۔

سیاسی معیشت کی اس تعریف میں "تبادلے" کا لفظ شامل نہیں ہے جو اینگلز کی بیان کردہ تعریف میں نظر آتا ہے۔ اسے حذف کر دیا گیا ہے کیونکہ بہت سے لوگ "تبادلے" سے مراد اجناس کا تبادلہ لیتے ہیں، جو کہ تمام نہیں بلکہ چند سماجی تشکیلات کا خاصہ ہے، اور اس وجہ سے بعض اوقات غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے، حالانکہ اینگلز کے نزدیک "تبادلے" سے مراد صرف اجناس کا تبادلہ نہیں تھا۔ تاہم، جیسا کہ ہم دیکھیں گے کہ لفظ "تبادلے" سے اینگلز کا جو مطلب تھا اسے مذکورہ بالا تعریف میں اس کے ایک حصے کے طور پر شامل کر دیا گیا ہے۔ چنانچہ، سیاسی معیشت کے میدان کی یہ تعریف اینگلز کی تعریف کے جوہر سے مکمل مطابقت رکھتی ہے۔

2۔ جب کسی خاص قسم کی سماجی تشکیل کے بنیادی معاشی قانون کی بات کی جاتی ہے تو عام طور پر مفروضہ یہ ہوتا ہے کہ اول الذکر کے متعدد بنیادی معاشی قوانین نہیں ہو سکتے، کہ اس کا صرف ایک واحد بنیادی معاشی قانون ہی ہو سکتا ہے، جو اسی وجہ سے اس کا "بنیادی" قانون ہوتا ہے۔ بصورتِ دیگر، ہمارے پاس ہر سماجی تشکیل کے لیے متعدد بنیادی معاشی قوانین ہونے چاہییں جو کہ بنیادی قانون کے تصور کے بالکل برخلاف بات ہے۔ لیکن کامریڈ یاروشینکو اس بات سے اتفاق نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ سوشلزم کا ایک نہیں بلکہ اس کے متعدد بنیادی معاشی قوانین ہوں۔ یہ بات حیرت انگیز ہے، لیکن سچ ہے۔ مباحثے کے اجلاس میں ان کا کہنا تھا: "سماجی پیداوار اور پیداوارِ نو کے مادی فنڈز کے باہمی تعلقات اور ان کے حجم کا تعین سماجی پیداوار کے لیے دستیاب قوتِ محنت سے اور اس کے ممکنہ اضافے سے ہوتا ہے۔ یہ سوشلسٹ سماج کا بنیادی معاشی قانون ہے، اور یہی سوشلزم کی سماجی پیداوار اور پیداوارِ نو کا تعین کرتا ہے۔"

یہ سوشلزم کا پہلا بنیادی معاشی قانون ہے۔

اسی تقریر میں کامریڈ یاروشینکو نے اعلان کیا: "سوشلسٹ سماج میں شعبہ نمبر 1 اور 2 کے درمیان تعلقات کا تعین اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ پیداوار کے لیے زرائع پیداوار اس قدر کافی مقدار میں دستیاب ہونے چاہییں کہ آبادی کے تمام صحت مند اراکین کو سماجی پیداوار میں شامل کیا جائے۔ یہی سوشلزم کا بنیادی معاشی قانون ہے، اور یہ بیک وقت ہمارے آئین کا مطالبہ بھی ہے، جو سوویت شہریوں کو دیے گئے کام کے حق سے اخذ ہوتا ہے۔"

یہ سوشلزم کا دوسرا بنیادی معاشی قانون ہے۔

آخر میں، پولٹ بیورو کے اراکین کو لکھے گئے اپنے خط میں کامریڈ یاروشینکو دعوی کرتے ہیں: "چنانچہ، مجھے لگتا ہے کہ سوشلزم کے بنیادی معاشی قانون کی ضروریات اور بنیادی خصوصیات کو لگ بھگ اس طرح تشکیل دیا جاسکتا ہے: سماج کی زندگی کے مادی اور ثقافتی حالات کی پیداوار کی مسلسل وسعت اور تکمیل۔"

یہاں ہمارے پاس سوشلزم کا تیسرا بنیادی معاشی قانون ہے۔

کیا یہ تمام قوانین سوشلزم کے بنیادی معاشی قوانین ہیں یا ان میں سے صرف ایک، اور اگر صرف ایک تو کونسا، ان سوالوں کا کامریڈ یاروشینکو پولٹ بیورو کو لکھے گئے اپنے آخری خط میں کوئی جواب نہیں دیتے۔ پولٹ بیورو کو لکھے گئے اپنے آخری خط میں سوشلزم کے بنیادی معاشی قانون کی تشکیل کرتے ہوئے وہ غالبا یہ "بھول" گئے کہ تین مہینے پہلے مباحثے کے اجلاس میں اپنی تقریر میں وہ سوشلزم کے دو دیگر بنیادی قوانین بھی تشکیل دے چکے تھے۔ واضح طور پر انہیں یقین تھا کہ کوئی بھی شخص ان کی اس مشتبہ تدبیر کو پہچان کر اس پر کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ لیکن جیسا کہ ہم دیکھ سکتے ہیں ان کا اندازہ غلط تھا۔

آیئے فرض کرتے ہیں کہ کامریڈ یاروشینکو کی جانب سے تشکیل کیے گئے سوشلزم کے پہلے دو بنیادی قوانین مزید موجود نہیں ہیں اور یہ کہ اب سے وہ تیسرے والے قانون کو سوشلزم کا بنیادی اقتصادی قانون قرار دیتے ہیں، وہ جسے انہوں نے پولٹ بیورو کے اراکین کو لکھے گئے اپنے خط میں تشکیل دیا تھا۔ آیئے اس خط کی جانب چلتے ہیں۔

کامریڈ یاروشینکو اپنے خط میں کہتے ہیں کہ وہ سوشلزم کے بنیادی معاشی قانون کی اس تعریف سے اتفاق نہیں کرتے جو کامریڈ اسٹالن نے اپنے "تبصرے" میں دی ۔ وہ کہتے ہیں: " اس تعریف میں بنیادی چیز "پورے سماج کی ضرورتوں۔۔۔کی زیادہ سے زیادہ تسکین کا حصول" ہے۔ پیداوار کو یہاں بنیادی مقصد، یعنی ضروریات کی تسکین، کے حصول کے وسیلے کے بطور پیش کیا جاتا ہے۔ ایسی تعریف اس مفروضے کا جواز پیدا کرتی ہے کہ آپ نے سوشلزم کا جو بنیادی معاشی قانون تشکیل دیا ہے وہ پیداوار کی اولیت پر مبنی نہیں بلکہ صرفے کی اولیت پر مبنی ہے۔"

یہ واضح ہے کہ کامریڈ یاروشینکو مسئلے کے جوہر کو سمجھنے میں پوری طرح ناکام ہو چکے ہیں اور یہ دیکھنے سے قاصر ہیں کہ پیداوار یا صرفے کی اولیت کی بات کا معاملے سے کوئی لینا دینا نہیں ہے۔ جب کسی بھی سماجی فعلیت کی کسی دوسری فعلیت پر اولیت کی بات کی جاتی ہے تو عموما یہ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ دونوں فعلیتیں اپنے کردار میں کم و بیش ہم جنس (ایک جیسی) ہیں۔ کوئی شخص زرائع تصرف کی پیداوار پر زرائع پیداوار کی پیداوار کی اولیت کی بات کر سکتا ہے، اور کرنا بھی چاہیے، کیونکہ دونوں معاملوں میں پیداوار شامل ہے، اور اس لیے یہ دونوں کم و بیش ہم جنس ہیں۔ لیکن کوئی پیداوار پر تصرف کی اولیت کی، یا تصرف پر پیداوار کی اولیت کی بات نہیں کر سکتا، اور ایسا کرنا غلط ہو گا، کیونکہ پیداوار اور تصرف دو بالکل مختلف دائرے ہیں، جو، یہ بات سچ ہے، کہ ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، لیکن جو بہرحال دو مختلف حلقے ہیں۔ کامریڈ یاروشینکو واضح طور پر یہ سمجھنے میں ناکام ہو جاتے ہیں کہ ہم یہاں جس چیز کی بات کر رہے ہیں وہ تصرف یا پیداوار کی اولیت

نہیں، بلکہ یہ ہے کہ سوشلزم میں سماجی پیداوار کے لیے سماج کیا ہدف مقرر کرتا ہے، کہ سماجی پیداوار کس مقصد کے ماتحت ہو۔ لہذا، جب کامریڈ یاروشینکو کہتے ہیں کہ "سوشلسٹ سماج کی زندگی کی بنیاد، تمام دوسرے سماجوں کی طرح، پیداوار کرنا ہے،" تو اس بات کا معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔ کامریڈ یاروشینکو بھول جاتے ہیں کہ انسان صرف پیداوار کے لیے پیداوار نہیں کرتا بلکہ اپنی ضروریات کی تسکین کے لیے کرتا ہے۔ وہ بھول جاتے ہیں کہ سماج کی ضروریات کی تسکین سے جدا ہو کر پیداوار مرجھا جاتی ہے اور مر جاتی ہے۔

کیا ہم سرمایہ دارانہ یا سوشلسٹ پیداوار کے عمومی مقاصد کی بات کر سکتے ہیں یعنی ان مقاصد کی جن کی پابند سرمایہ دارانہ یا سوشلسٹ پیداوار ہوتی ہے؟ میرا خیال ہے کہ ہم کر سکتے ہیں اور کرنا بھی چاہیے۔

مارکس کہتا ہے: " سرمایہ دارانہ پیداوار کا براہِ راست مقصد اشیاء کی پیداوار نہیں ہے بلکہ قدرِ زائد کی پیداوار، یا ترقی یافتہ شکل میں منافعے کی پیداوار ہے؛ اجناس کی پیداوار نہیں، بلکہ فاضل پیداوار ہے۔ اس نکتہ نظر سے، محنت بذاتِ خود اسی حد تک پیداواری ہے جس حد تک یہ سرمائے کے لیے منافع یا فاضل پیداوار تخلیق کرتی ہے۔ جہاں تک کہ مزدور خود اسے تخلیق نہیں کرتا، اس کی محنت غیر پیداواری ہے۔ چنانچہ، عملی پیداواری قوت کا مجموعہ سرمائے کے لیے صرف اس حد تک دلچسپی کا باعث ہوتا ہے کہ اس کے زریعے، یا اس کے تعلق سے، فاضل محنت کے مجموعے میں اضافہ ہوتا ہے۔ صرف اسی حد تک وہ چیز ضروری ہوتی ہے جسے ضروری وقتِ محنت کہا جاتا ہے۔ جس حد تک وہ یہ نتیجہ پیدا نہیں کرتا، وہ غیر ضروری ہے اور اسے ترک کر دینا چاہیے۔

سرمایہ دارانہ پیداوار کا یہ مستقل مقصد ہوتا ہے کہ کم سے کم سرمائے کے زریعے زیادہ سے زیادہ قدرِ زائد یا فاضل اجناس پیدا کی جائیں؛ جہاں تک یہ نتیجہ مزدور سے اضافی محنت لے کر نہیں نکلتا، وہاں سرمائے کا رجحان یہ ہوتا ہے کہ متعلقہ جنس کو کم سے کم خرچ سے پیدا کیا جائے یعنی قوتِ محنت اور لاگت کی کفایت کی جائے۔۔۔

اس تصور میں مزدور اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے کہ وہ درحقیقت سرمایہ دارانہ پیداوار میں ہوتے ہیں یعنی محض پیداوار کرنے کے زرائع؛ بذاتِ خود کوئی مقصد نہیں اور نہ ہی پیداوار کا مقصد۔"

مارکس کے یہ الفاظ نہ صرف اس وجہ سے زبردست ہیں کہ یہ سرمایہ دارانہ پیداوار کے مقصد کی جامع اور واضح تعریف کرتے ہیں بلکہ اس لیے بھی کہ یہ اس بنیادی مقصد کی نشاندہی کرتے ہیں جسے سوشلسٹ پیداوار کے لیے متعین کرنا چاہیے۔

چنانچہ، سرمایہ دارانہ پیداوار کا مقصد منافع بنانا ہے۔ جہاں تک تصرف کا سوال ہے، سرمایہ داری کو اس کی ضرورت صرف اس حد تک ہوتی ہے جہاں تک یہ اس کے لیے منافع بنانے کو یقینی بنائے۔ اس کے باہر، سرمایہ داری کے لیے تصرف کا مطلب کچھ نہیں ہے۔ انسان اور اس کی ضرورتیں اس کی نظر سے اوجھل ہو جاتی ہیں۔

سوشلسٹ پیداوار کا مقصد کیا ہے؟ وہ بنیادی مقصد کیا ہے جس کے تابع سوشلزم میں سماجی پیداوار کو ہونا چاہیے؟

سوشلسٹ پیداوار کا مقصد منافع کمانا نہیں، بلکہ انسان اوراس کی ضرورتوں کی، یعنی اس کی مادی اور ثقافتی ضرورتوں کی تسکین کرنا ہے۔ جیسا کہ کامریڈ اسٹالن کے "تبصرے" میں بیان کیا گیا ہے، سوشلسٹ پیداوار کا مقصد "سارے معاشرے کی مسلسل بڑھتی ہوئی مادی اور ثقافتی ضرورتوں کی زیادہ سے زیادہ تسکین کا حصول" ہے۔

کامریڈ یاروشینکو سمجھتے ہیں کہ یہاں ان کا سامنا جس چیز سے ہے وہ پیداوار پر تصرف کی "اولیت" کا معاملہ ہے۔ یہ بات یقیناً ایک غلط فہمی ہے۔ دراصل، یہاں جو چیز ہمارے سامنے ہے وہ تصرف کی اولیت کا معاملہ نہیں، بلکہ سوشلسٹ معیشت کو اس کے اس بنیادی مقصد کے تابع کرنا ہے کہ پورے سماج کی مسلسل بڑھتی ہوئی مادی اور ثقافتی ضرورتوں کی زیادہ سے زیادہ تسکین کی جائے۔

چنانچہ، سوشلسٹ پیداوار کا مقصد سارے سماج کی مسلسل بڑھتی ہوئی مادی اور ثقافتی ضرورتوں کی زیادہ سے زیادہ تسکین کرنا ہے؛ جدید تر تیکنیک کی بنیاد پر سوشلسٹ پیداوار کی مستقل کاملیت اور وسعت اس مقصد کو حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔

یہی سوشلزم کا بنیادی معاشی قانون ہے۔

اس چیز کے تحفظ کے لیے جسے وہ پیداوار کی تصرف پر "اولیت" کہتے ہیں، کامریڈ یاروشینکو دعوی کرتے ہیں کہ "سماج کے مادی اور ثقافتی حالات کی پیداوار کی مستقل کاملیت اور وسعت" وہ چیز ہے جس پر "سوشلزم کا بنیادی معاشی قانون" مشتمل ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ کامریڈ یاروشینکو، کامریڈ اسٹالن کے "تبصرے" میں دیئے گئے فارمولے کو بری طرح مسخ اور خراب کرتے ہیں۔ ان کے معاملے میں، پیداوار ایک وسیلے کے بجائے ایک مقصد میں بدل جاتی ہے، اور سماج کی مسلسل بڑھتی ہوئی مادی اور ثقافتی ضرورتوں کی زیادہ سے زیادہ تسکین کو باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ اس سے جو چیز ہمیں حاصل ہوتی ہے وہ پیداوار میں وسعت کی خاطر پیداوار میں وسعت ہے، یعنی پیداوار بذاتِ خود ایک مقصد کے طور پر؛ انسان اور اس کی ضروریات کامریڈ یاروشینکو کی نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ، یہ کوئی حیرت کی بات نہیں کہ سوشلسٹ پیداوار کے مقصد کی حیثیت سے انسان کے غائب ہو جانے کے ساتھ، کامریڈ یاروشینکو کے "تصور" سے مارکس ازم کا ہر ذرہ بھی غائب ہو جاتا ہے۔

اور اس لیے کامریڈ یاروشینکو جس جگہ پہنچتے ہیں وہ تصرف پر پیداوار کی "اولیت" نہیں بلکہ مارکسی آئیڈیالوجی پر سرمایہ دارانہ آئیڈیالوجی کی "اولیت" جیسی کوئی چیز ہے۔

3۔ ایک سوال بذاتِ خود پیداوارِ نو کی مارکسی تھیوری ہے۔

کامریڈ یاروشینکو کا دعوی ہے کہ پیداوارِ نو کی مارکسی تھیوری محض سرمایہ دارانہ پیداوار نو کی ہی ایک تھیوری ہے، کہ اس میں ایسا کچھ بھی شامل نہیں جو کسی اور سماجی تشکیل کے لیے، خصوصاً سوشلسٹ سماجی تشکیل کے لیے، بھی درست ہو۔ وہ

کہتے ہیں: "پیداوارِ نو کی مارکسی اسکیم کو، جسے اس نے سرمایہ دارانہ معیشت کے لیے واضح کیا تھا، اسے سوشلسٹ پیداوار تک وسیع کرنا دراصل مارکس کی تھیوری کی عقیدہ پرستانہ (dogmatic) تفہیم کا ثمر ہے اور اس کی تھیوری کے جوہر کے خلاف ہے۔"

وہ مزید دعوی کرتے ہیں: "مارکس کی پیداوارِ نو کی اسکیم سوشلسٹ سماج کے معاشی قوانین سے مطابقت نہیں رکھتی اور سوشلسٹ پیداوارِ نو کی تفتیش کی بنیاد کے طور پر کام میں نہیں آسکتی۔"

مارکس کی سادہ پیداوارِ نو کی تھیوری کے حوالے سے، جو زرائع پیداوار کی پیداوار (شعبہ نمبر 1) اور زرائع تصرف کی پیداوار (شعبہ نمبر 2) کے درمیان واضح باہمی تعلق قائم کرتی ہے، کامریڈ یاروشینکو کا کہنا یہ ہے: "سوشلسٹ سماج میں شعبہ نمبر 1 اور شعبہ نمبر 2 کے درمیان باہمی تعلق مارکس کے فارمولے (V+M of Dept-I and C of Dept-II) سے متعین نہیں ہوتا۔ شعبرہ نمبر 1 اور 2 کے درمیان، سوشلسٹ حالات میں، ایسا کوئی باہمی تعلق نہیں ہونا چاہیے۔"

وہ دعوی کرتے ہیں: " شعبہ نمبر 1 اور 2 کے باہمی تعلق کے بارے میں مارکس کی تھیوری ہمارے سوشلسٹ حالات میں قابل عمل نہیں ہے کیونکہ مارکس کی تھیوری سرمایہ دارانہ معیشت اور اس کے قوانین پر مبنی ہے۔"

اس طرح کامریڈ یاروشینکو پیداوارِ نو کے بارے میں مارکس کی تھیوری کا قیمہ بناتے ہیں۔

یقینا، پیداوارِ نو کی مارکسی تھیوری، جو سرمایہ دارانہ طریقہِ پیداوار کے قوانین کی تفتیش کا ثمر تھی، وہ موخر الذکر کے خصوصی کردار کی عکاسی کرتی ہے، اور، فطری طور پر، جنس اور قدر کے سرمایہ دارانہ رشتوں کی شکل میں ملبوس ہے۔ یہ اس سے مختلف ہو بھی نہیں سکتی تھی۔ لیکن وہ لوگ جو پیداوارِ نو کی مارکسی تھیوری میں صرف اس کی شکل دیکھتے ہیں، اور اس کی اساس کا، اس کے بنیادی جوہر کا، مشاہدہ نہیں کرتے، جو کہ نہ صرف سرمایہ دارانہ سماجی تشکیل کے لیے درست ہے، وہ اس تھیوری کی بالکل بھی سمجھ بوجھ نہیں رکھتے۔ اگر کامریڈ یاروشینکو کو معاملے کی زرا سی بھی سمجھ ہوتی تو وہ یہ بدیہی سچ جان لیتے کہ پیداوارِ نو کی مارکسی تھیوری سرمایہ دارانہ زریعہ پیداوار کے خصوصی کردار کی عکاسی سے شروع ہو کر اسی پر ختم نہیں ہو جاتی، کہ یہ بیک وقت پیداوارِ نو کے موضوع پر متعدد بنیادی اصولوں پر مشتمل ہے جو تمام سماجی تشکیلات کے لیے درست ہیں، خصوصا اور بطورِ خاص، سوشلسٹ سماجی پیداوار کے لیے بھی۔ پیداوارِ نو کی مارکسی تھیوری کے ایسے بنیادی اصول جیسے کہ سماجی پیداوار کے زرائع پیداوار کی پیداوار اور زرائع تصرف کی پیداوار میں تقسیم؛ پیداوارِ نو میں زرائع پیداوار کی پیداوار میں وسیع تر پیمانے پر نسبتا زیادہ اضافہ؛ شعبہ نمبر 1 اور 2 کے درمیان باہمی تعلق؛ پیداوار کے اجتماع کے واحد زریعے کے طور پر فاضل اجناس؛ سماجی فنڈز کی تشکیل اور ان کا تعین؛ وسیع تر پیداوارِ نو کے واحد وسیلے کے طور پر پیداوار کا اجتماع — پیداوارِ نو کی مارکسی تھیوری کے یہ تمام بنیادی اصول بیک وقت ایسے اصول بھی ہیں جو صرف سرمایہ دارانہ تشکیل کے لیے ہی درست نہیں ہیں اور جنہیں کوئی بھی سوشلسٹ سماج اپنی قومی معیشت کی منصوبہ بندی

میں فراموش نہیں کر سکتا۔ یہ بات اہم ہے کہ کامریڈ یاروشینکو جو مارکس کی "پیداوارِ نو کی اسکیم" کے بارے میں ایسی احمقانہ باتیں کرتے ہیں وہ خود بھی بار بار ان "اسکیموں" کی مدد لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں جب وہ سوشلسٹ پیداوارِ نو کے مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔

اور لینن اور مارکس معاملے کو کس طرح دیکھتے تھے؟

بخارن کی "عبوری دور کی معیشت" پر لینن کی تنقیدی آراء سے سب واقف ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں، ان میں لینن نے شعبہ نمبر 1 اور 2 کے باہمی تعلق کے بارے میں مارکس کے فارمولے کو، جس کے خلاف کامریڈ یاروشینکو جہاد کر رہے ہیں، تسلیم کیا تھا کہ یہ سوشلزم اور "خالص کمیونزم" یعنی کمیونزم کے دوسرے مرحلے، دونوں کے لیے سچ ہے۔

جہاں تک مارکس کی بات ہے، ہم جانتے ہیں کہ اس نے سرمایہ دارانہ پیداوار کے قوانین کی تفتیش سے منہ نہیں موڑا، اور اپنی تصنیف "سرمایہ" میں سوشلزم میں پیداوارِ نو کی اسکیموں کے اطلاق پر بات نہیں کی۔ تاہم، سرمایہ کی دوسری جلد کے 20ویں باب میں، "شعبہ نمبر 1 کا مستقل سرمایہ" والے حصے میں، جہاں وہ شعبہ نمبر 1 کی اجناس کے اس کے اندر تبادلے کا جائزہ لیتا ہے، وہاں مارکس، جستہ جستہ، یہ کہتا ہے کہ سوشلزم کے تحت اس شعبے میں اجناس کا تبادلہ اسی تسلسل سے ہو گا جیسا کہ سرمایہ دارانہ طریقۂ پیداوار میں ہوتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "اگر پیداوار سرمایہ دارانہ ہونے کے بجائے سماجی ہوتی تو یہ ثابت ہے کہ شعبہ نمبر 1 کی یہ اجناس بھی بالکل اسی طرح ذرائع پیداوار کے طور پر اس شعبے کی مختلف پیداواری شاخوں میں، پیداوارِ نو کے مقصد سے، اسی طرح پھر سے تقسیم ہوتیں، ایک حصہ پیداوار کے اس حصے میں موجود رہتا جس نے اسے تخلیق کیا ہے، دوسرا اسی شعبے کی دوسری پیداواری شاخوں کو منتقل ہو جاتا، اس طرح اس شعبے کی مختلف پیداواری شاخوں کے درمیان مستقل باہمی تبادلہ جاری رہتا۔"

چنانچہ، مارکس ہرگز یہ نہیں سمجھتا تھا کہ پیداوارِ نو کے بارے میں اس کی تھیوری صرف سرمایہ دارانہ طریقۂ پیداوار کے لیے درست تھی، حالانکہ وہ سرمایہ دارانہ طریقہ پیداوار کے قوانین کی تفتیش کر رہا تھا۔ اس کے برعکس، ہم دیکھتے ہیں کہ اس کا خیال تھا کہ پیداوارِ نو کے بارے میں اس کی تھیوری سوشلسٹ طریقہ پیداوار کے لیے بھی درست ہوتی۔

یہاں یہ حوالہ دینا چاہیے کہ اپنی تصنیف "گوتھا پروگرام پر تنقید" میں جب وہ سوشلزم کی اور کمیونزم میں منتقلی کے دور کی معاشیات کا تجزیہ کر رہا تھا تو مارکس نے پیداوارِ نو کی اپنی تھیوری کے بنیادی اصولوں سے آغاز کیا تھا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ انہیں کمیونسٹ نظام کے لیے لازمی قرار دیتا تھا۔

یہ حوالہ بھی دینا چاہیے کہ جب اینگلز اپنی تصنیف "قاطع ڈیورنگ" میں ڈیورنگ کے "سوشل نظام" پر تنقید کرتا ہے اور سوشلسٹ نظام کی معاشیات پر گفتگو کرتا ہے تو وہ اسی طرح مارکس کی پیداوارِ نو کی تھیوری کے بنیادی اصولوں سے آغاز کرتا ہے اور انہیں کمیونسٹ سماج کے لیے لازمی سمجھتا ہے۔

یہ ہیں حقائق۔

ایسا لگتا ہے کہ یہاں بھی، پیداوارِ نو کے سوال پر بھی، کامریڈ یاروشینکو، مارکس کی "اسکیموں" کی جانب اپنے حقارت آمیز رویے کے باوجود پھر سے دریا کے بند پر آبیٹھے ہیں۔

4۔ کامریڈ یاروشینکو پولٹ بیورو کے اراکین کو لکھا گیا خط اس تجویز کے ساتھ ختم کرتے ہیں کہ "سوشلزم کی سیاسی معیشت" کی تالیف ان کے سپرد کی جائے۔ وہ لکھتے ہیں: "مباحثے کے اجلاس میں، ورکنگ پینل میں اور موجودہ خط میں، سوشلزم کی سیاسی معیشت کے میدان کے بارے میں میری وضع کردہ تعریف کی بنیاد پر، اور مارکسی جدلیاتی طریقہ کار کو استعمال کرتے ہوئے، میں دو نائبین کی مدد سے، ایک سال کے عرصے میں یا زیادہ سے زیادہ ڈیڑھ سال کے دوران، سوشلزم کی سیاسی معیشت کے بنیادی مسائل کا نظریاتی حل نکال سکتا ہوں، یعنی، سوشلزم کی سیاسی معیشت کی مارکسی، لیننی-اسٹالنی تھیوری کی تفصیلی وضاحت کر سکتا ہوں، ایک ایسی تھیوری کی جو اس سائنس کو کمیونزم کی خاطر لوگوں کی جدوجہد کے ایک مؤثر ہتھیار میں بدل دے گی۔"

یقیناً اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ شائستگی کا شمار کامریڈ یاروشینکو کی خامیوں میں نہیں ہوتا– "حتیٰ کہ دوسرے طریقے سے"، اپنے دیگر مصنفوں کے اسلوب کو مستعار لیتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے۔

اس بات کی نشاندہی اوپر پہلے ہی کی جا چکی ہے کہ کامریڈ یاروشینکو سوشلزم کی سیاسی معیشت کو انتظامی اداروں کی معاشی پالیسی سے الجھاتے ہیں۔ جسے وہ سوشلزم کی سیاسی معیشت کا میدان سمجھتے ہیں، یعنی پیداواری قوتوں کی عقلی تنظیم کاری، معاشی منصوبہ بندی، سماجی فنڈز کی تشکیل، وغیرہ، وہ انتظامی اداروں کی معاشی پالیسی کا میدان ہے، سوشلزم کی سیاسی معیشت کا میدان نہیں۔

اس حقیقت کے بارے میں میں کچھ نہیں کہوں گا کہ کامریڈ یاروشینکو کی سنگین غلطیاں اور ان کی غیر مارکسی "رائے" کسی کو اس بات کی ترغیب نہیں دیتیں کہ ایسا کام ان کے سپرد کیا جائے۔

نتائج:

الف) کامریڈ یاروشینکو نے مباحثے کے منتظمین کی جو شکایت کی ہے وہ بلاجواز ہے، کیونکہ مارکسی ہونے کی حیثیت سے، وہ اپنی اختصاری دستاویزات میں ان کی غیر مارکسی "رائے" کی عکاسی نہیں کر سکتے تھے۔

(ب) کامریڈ یاروشینکو کی اس درخواست کو کہ انہیں سوشلزم کی سیاسی معیشت کی تصنیف کی ذمہ داری سونپی جائے محض اس وجہ سے بھی سنجیدگی سے نہیں لیا جا سکتا کہ اس سے خلیستاکوف ازم کی بو آتی ہے۔ (خلیستاکوف ازم: نکولائی گوگول کے ڈرامے "سرکاری انسپکٹر" کے مرکزی کردار خلیستاکوف کا حوالہ جو ایک بدعنوان سرکاری افسر ہوتا ہے۔)

جے۔ اسٹالن

22 مئی، 1952

13۔کامریڈ اے۔وی۔سانینااور وی۔جی۔وینزر کو جواب

مجھے آپ کے خط موصول ہوگئے ہیں۔ ان سے دیکھا جا سکتا ہے کہ ان کے مصنفین ہمارے ملک کے معاشی مسائل کے بارے میں سنجیدگی اور گہرائی سے مطالعہ کر رہے ہیں۔ خطوط میں بہت سی درست تشکیلات اور دلچسپ دلائل ہیں۔ لیکن ان کے ساتھ ساتھ، کچھ سنگین نظریاتی غلطیاں بھی ہیں۔ اس جواب میں، میں انہی غلطیوں کے بارے میں بات کرنا تجویز کرتا ہوں۔

1۔سوشلزم کے معاشی قوانین کا کردار

کامریڈ سانینا اور وینزر کا دعوی ہے کہ "سماجی پیداوار میں سوویت شہریوں کے صرف باشعور عمل سے ہی سوشلزم کے معاشی قوانین جنم لیں گے۔" یہ رائے بالکل غلط ہے۔

کیا معاشی قوانین معروضی طور پر، ہمارے خارج میں، انسان کے شعور اور خواہش سے آزاد وجود رکھتے ہیں؟ مارکس ازم اس سوال کا مثبت جواب دیتا ہے۔ مارکس ازم کہتا ہے کہ سوشلزم کی سیاسی معیشت کے قوانین انسان کے ذہن میں ہمارے خارج میں موجود معروضی قوانین کا ایک عکس ہیں۔ لیکن کامریڈ سانینا اور وینزر کا فارمولا اس سوال کا جواب نفی میں دیتا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہ کامریڈز غلط نظریاتی سمت اختیار کر رہے ہیں جس کا دعوی ہے کہ سوشلزم کے تحت معاشی ترقی کے قوانین سماج کے انتظامی اداروں کے ذریعے "تخلیق کیے جاتے ہیں"، "تبدیل کیے جاتے ہیں"۔ دوسرے لفظوں میں، وہ مارکس ازم سے ٹوٹ رہے ہیں اور موضوعی عینیت پسندی کا نکتہ نظر اپنا رہے ہیں۔

یقینا، انسان ان معروضی قوانین کو دریافت کر سکتے ہیں، انہیں جان سکتے ہیں، اور ان پر انحصار کرتے ہوئے، انہیں سماج کے مفاد میں استعمال کر سکتے ہیں۔ لیکن وہ انہیں "تخلیق" نہیں کر سکتے اور نہ ہی انہیں "بدل" سکتے ہیں۔ ایک لمحے کے لیے فرض کریں کہ ہم اس غلط تھیوری کو مان لیتے ہیں جو سوشلزم کے تحت معاشی سرگرمی کے معروضی قوانین کے وجود کا انکار کرتی ہے اور جس کا دعوی ہے کہ معاشی قوانین کو "تخلیق" کیا جا سکتا ہے اور انہیں "تبدیل" کیا جا سکتا ہے۔ یہ بات ہمیں کہاں لے جائے گی؟ یہ ہمیں انتشار اور اتفاقیت کے دائرے میں لے جائے گی جہاں ہم خود کو اتفاقات پر غلامانہ انحصار کی حالت میں پائیں گے اور ہم نہ صرف تفہیم کے امکان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے بلکہ اتفاقات کے اس انتشار میں اپنا راستہ تلاش کرنے سے بھی۔

اس کا اثر یہ ہو گا کہ ہم سیاسی معیشت کو سائنس کے طور پر تباہ کر دیں گے کیونکہ سائنس اس وقت تک وجود نہیں رکھ سکتی اور ترقی نہیں کر سکتی جب تک کہ یہ معروضی قوانین کے وجود کو تسلیم نہ کرے اور ان کا مطالعہ نہ کرے۔ اور سائنس کو

برباد کر کے ہم ملک کی معاشی زندگی کی پیش رفتوں کے راستے کی پیش بینی کے امکان سے محروم ہو جائیں گے یعنی دوسرے لفظوں میں ہم بالکل ابتدائی سطح کی معاشی قیادت فراہم کرنے کے امکان سے محروم ہو جائیں گے۔

آخر میں ہم خود کو "معاشی" مہم جو افراد کے رحم و کرم پر پائیں گے جو معاشی ترقی کے قوانین کو "تباہ" کرنے اور معروضی قوانین پر غور اور ان کی سمجھ بوجھ کے بغیر نئے قوانین "تخلیق" کرنے کے لیے تیار ہیں۔

ہر کوئی اس سوال پر مارکسی نکتہ نظر کی اس کلاسیکی تشکیل سے واقف ہے جسے اینگلز نے "قاطع ڈیورنگ" میں بیان کیا تھا: "سرگرم سماجی قوتیں بالکل فطرت کی قوتوں کی طرح کام کرتی ہیں: اندھے پن سے، طاقت سے، تباہ کن انداز سے، جب تک کہ ہم انہیں سمجھ نہ لیں اور ان کا اندازہ نہ لگا لیں۔ لیکن جب ہم ان کو سمجھ لیتے ہیں، جب ایک بار ہم ان کے عمل کو، ان کی سمت کو، ان کے اثرات کو اچھی طرح جان لیتے ہیں تب یہ صرف ہم پر منحصر ہوتا ہے کہ انہیں زیادہ سے زیادہ اپنی منشاء کے تابع لائیں اور ان کے زریعے اپنے مقاصد حاصل کریں۔ اور یہ بات آج کی عظیم پیداواری قوتوں پر خاص طور پر صادق آتی ہے۔ جب تک ہم ان پیداواری قوتوں کے کردار اور فطرت کو سمجھنے سے بضد انکار کرتے رہیں گے—اور یہ سمجھ بوجھ سرمایہ دارانہ طریقہ پیداوار اور اس کے مدافعین کی عقل کے خلاف جاتی ہے—تب تک یہ قوتیں ہمارے باوجود یا ہمارے برخلاف کام کرتی رہیں گی، تب تک یہ ہم پر حکمرانی کریں گی، جیسا کہ ہم نے اوپر تفصیل سے دکھایا ہے۔ لیکن ایک بار جب ان کی فطرت سمجھ لی جاتی ہے، تب مل جل کر پیداوار کرنے والوں کے ہاتھوں میں انہیں حکمران بلاؤں سے رضاکار ملازموں میں بدلا جا سکتا ہے۔ فرق صرف وہی ہے جو طوفان میں چمکتی بجلی کی تباہ کن قوت میں اور ٹیلیگراف یا برقی بار کے حکم کی تابع بجلی میں ہوتا ہے؛ جو بے قابو آگ میں اور انسان کی خدمت کا کام کرنے والی آگ میں ہوتا ہے۔ آج کی پیداواری قوتوں کی اصل فطرت کی، بالآخر، اس شناخت کے ساتھ، پیداوار کی سماجی نراجیت (انارکی)، کمیونٹی اور ہر فرد کی ضرورتوں کے مطابق واضح منصوبے پر استوار پیداوار کی سماجی نگرانی کو جگہ دیتی ہے۔ تب تصرف کا سرمایہ دارانہ نظام، جس میں اجناس پہلے پیداوار کرنے والے کو اور پھر اسے استعمال کرنے والے کو اپنا غلام بنا لیتی ہیں، وہ اجناس کے تصرف کے ایسے ذریعے میں تبدیل ہو جاتا ہے جس کی بنیاد جدید پیداواری طریقے کی فطرت پر استوار ہے؛ ایک جانب، پیداوار کی توسیع اور دیکھ بھال کے ذرائع کی حیثیت سے براہِ راست سماجی تصرف، اور دوسری جانب، گزراوقات اور تفریح طبع کے ذرائع کی حیثیت سے براہِ راست انفرادی تصرف۔"

2۔ اجتماعی کھیت ملکیت کو عوامی ملکیت کی سطح تک بلند کرنے کے اقدامات

اجتماعی کھیت ملکیت کو، جو یقیناً عوامی ملکیت نہیں ہے، اسے عوامی ("قومی") ملکیت کی سطح تک لے جانے کے لیے کون سے اقدامات ضروری ہیں؟

بعض کامریڈ سمجھتے ہیں کہ اجتماعی کھیت ملکیت کو بس قومیا لینا چاہیے، اسے عوامی ملکیت قرار دے دینا چاہیے، اسی طرح جس طرح ماضی میں سرمایہ دارانہ ملکیت کے معاملے میں کیا گیا۔ اس طرح کی تجویز بالکل غلط اور نا قابلِ قبول ہو گی۔ اجتماعی کھیت ملکیت سوشلسٹ ملکیت ہے اور ہم اس سے محض اس طرح کا برتاؤ نہیں کر سکتے جیسا کہ سرمایہ دارانہ ملکیت کے ساتھ کیا گیا۔ اس حقیقت سے کہ اجتماعی کھیت ملکیت عوامی ملکیت نہیں ہے، یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہ سوشلسٹ ملکیت بھی نہیں ہے۔

ان کامریڈوں کو یقین ہے کہ افراد کی یا افراد کے گروہوں کی ملکیت کی ریاستی ملکیت میں منتقلی، قومیائے جانے کی واحد یا بہترین شکل ہے۔ یہ سچ نہیں ہے۔ سچ یہ ہے کہ ریاستی ملکیت میں منتقلی قومیائے جانے کی نہ ہی واحد اور نہ ہی اس کی بہترین شکل ہے بلکہ قومیائے جانے کی ابتدائی شکل ہے، جیسا کہ اینگلز "قاطع ڈیورنگ" میں بالکل درست طور پر کہتا ہے۔ بے شک، جب تک ریاست موجود ہے، ریاستی ملکیت میں منتقلی قومیائے جانے کی سب سے فطری ابتدائی شکل رہتی ہے۔ لیکن ریاست ہمیشہ موجود نہیں رہے گی۔ دنیا کے ملکوں کی اکثریت میں سوشلزم کی عمل پذیری کے حلقے کی وسعت کے ساتھ ریاست مر جائے گی، اور یقینا، افراد کی یا افراد کے گروہوں کی ملکیت کی ریاستی ملکیت میں منتقلی نتیجتاً اپنے تمام معنی کھو دے گی۔ ریاست مر جائے گی لیکن سماج موجود رہے گا۔ لہٰذا، تب عوامی ملکیت کی وارث ریاست نہیں ہو گی بلکہ خود سماج ہو گا، ایک مرکزی، انتظامی معاشی ادارے کی حیثیت سے۔

اگر ایسا ہے تو اجتماعی کھیت ملکیت کو عوامی ملکیت کی سطح تک بڑھانے کے لیے کیا کرنا لازمی ہے؟

کامریڈ سنینا اور وینزر نے اجتماعی کھیت ملکیت کی اس سطح تک بلندی کے حصول کے لیے جو بنیادی ذرائع تجویز کیے ہیں وہ یہ ہیں کہ جو آلاتِ پیداوار مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں میں مجتمع ہیں انہیں اجتماعی کھیتوں کو ان کی ملکیت کی حیثیت سے فروخت کر دیا جائے اور اس طرح ریاست کو زراعت میں سرمایہ کاری کرنے کی ضرورت سے آزاد کر دیا جائے اور خود اجتماعی کھیتوں کو مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کی ترقی اور دیکھ بھال کا ذمہ دار بنا دیا جائے۔ وہ کہتے ہیں: "یہ سمجھنا غلط ہے کہ اجتماعی کھیت میں سرمایہ کاری کو بنیادی طور پر اجتماعی کھیت گاؤں کی ثقافتی ضروریات کے لیے لازمی طور پر استعمال کرنا چاہیے، جبکہ زرعی پیداوار کی ضروریات کے لیے سرمایہ کاری کے بڑے حصے کو ہنوز ریاست کی جانب سے مستقل برداشت کرنا چاہیے۔ کیا یہ زیادہ درست بات نہیں ہو گی کہ ریاست کو اس بوجھ سے آزاد کیا جائے یہ دیکھتے ہوئے کہ اجتماعی کھیت اس قابل ہیں کہ اسے مکمل طور پر خود اٹھا سکیں؟ ریاست کے بہت سے فرائض ہوں گے جن میں وہ فنڈز کو اس مقصد سے استعمال کرے گی کہ ملک میں اشیائے صرف کی فراوانی پیدا کی جائے۔"

مصنفین اپنے منصوبے کی حمایت میں بہت سے دلائل پیش کرتے ہیں۔

اول۔ اسٹالن کے بیان کا حوالہ دیتے ہوئے کہ ذرائع پیداوار اجتماعی کھیتوں کو بھی نہیں بیچے جاتے، اس منصوبے کے مصنفین اسٹالن کے اس بیان پر شک کا اظہار کرتے ہوئے یہ دعوی کرتے ہیں کہ بہر حال ریاست اجتماعی کھیتوں کو اس

طرح کے چھوٹے ذرائع پیداوار فروخت کرتی ہے جیسے کہ چھینی اور درانتی، چھوٹے بجلی انجن وغیرہ۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ریاست اجتماعی کھیتوں کو ایسے ذرائع پیداوار فروخت کرسکتی ہے تو وہ انہیں دوسرے ذرائع پیداوار بھی بیچ سکتی ہے جیسے کہ مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کے لیے مشینیں۔

یہ دلیل کمزور ہے۔ یقیناً ریاست اجتماعی کھیتوں کو چھوٹے آلاتِ پیداور فروخت کرتی ہے جو کہ آئین اور زرعی قوانین کی بجا آوری میں اسے یقیناً کرنا پڑتا ہے۔ لیکن کیا ہم چھوٹے آلات کو اور زراعت کے لیے ایسے بنیادی ذرائع پیداوار کو ایک ہی زمرے میں شمار کرسکتے ہیں جیسے کہ مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کے لیے مشینیں، یا، مثلاً، وہ زمین جو بہرحال زراعت میں ایک بنیادی ذریعہِ پیداوار بھی ہے؟ یقیناً نہیں۔ انہیں ایک ہی زمرے میں شامل نہیں کیا جاسکتا کیونکہ چھوٹے آلات کسی بھی پیمانے پر اجتماعی کھیت کی پیداوار کی قسمت کا فیصلہ نہیں کرتے، جب کہ ایسے ذرائع پیداوار جیسے کہ مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کے لیے مشینیں، اور زمین، ہمارے آج کے حالات میں زراعت کی قسمت کا مکمل طور پر فیصلہ کرتے ہیں۔

یہ سمجھنا دشوار نہیں ہونا چاہیے کہ جب اسٹالن نے کہا تھا کہ ذرائع پیداوار اجتماعی کھیتوں کو فروخت نہیں کیے جاتے تو اس کے ذہن میں اس سے مراد چھوٹے آلات نہیں تھے بلکہ زرعی پیداوار کے بنیادی ذرائع تھے: مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کے لیے مشینیں، اور زمین۔ مصنفین لفظ "ذرائع پیداوار" کے ساتھ کھیل رہے ہیں اور دو مختلف قسم کی چیزوں کو یہ دیکھے بغیر الجھا رہے ہیں کہ وہ انہیں انتشار میں مبتلا کررہی ہیں۔

دوئم۔ کامریڈ سنینا اور وینزر مزید اس حقیقت کا حوالہ دیتے ہیں کہ اجتماعی کھیت کی عوامی تحریک کے ابتدائی دور - 1929 کا آخر اور 1930 کی شروعات - میں بالشویک کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی خود اس بات کے حق میں تھی کہ مشین اور ٹریکٹر اسٹیشن اجتماعی کھیتوں کو ان کی ملکیت کی حیثیت سے منتقل کیے جائیں اور وہ تین سال کے عرصے میں مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کی قیمت چکائیں۔ ان کا خیال ہے کہ اس وقت اجتماعی کھیتوں کی "غربت کے پیشِ نظر" اس کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا، لیکن اب جب کہ وہ امیر ہو چکے ہیں تو یہ کارآمد ہوگا کہ اس پالیسی کی جانب لوٹا جائے، یعنی، اجتماعی کھیتوں کو مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کی فروخت۔

یہ دلیل بھی ناقص ہے۔ واقعی 1930 کی ابتداء میں بالشویک کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے اجتماعی کھیتوں کو مشین اور ٹریکٹر اسٹیشن فروخت کرنے کا فیصلہ منظور کیا تھا۔ اسے اجتماعی کھیتوں کے مزدوروں کے ایک گروہ کی تجویز پر تجرباتی بنیاد پر اس خیال کے ساتھ منظور کیا گیا تھا کہ جلد ہی اس مسئلے پر دوبارہ غور کیا جائے گا اور اس کا پھر سے جائزہ لیا جائے گا۔ لیکن پہلے ہی تجربے نے اس فیصلے کی عدم افادیت ثابت کردی اور چند مہینوں بعد یعنی 1930 کے اواخر میں اسے ختم کردیا گیا۔

اجتماعی کھیت تحریک کے بعد ازاں پھیلاؤ اور اجتماعی کھیت کی تعمیر کی ترقی نے واضح طور پر اجتماعی کھیتوں کو اور نمایاں افسران کو قائل کر دیا کہ ریاست کے ہاتھوں میں زرعی پیداوار کے بنیادی آلات کا ارتکاز، مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کا ارتکاز، اجتماعی کھیتوں کی پیداوار کی وسعت کی بلند شرح کو یقینی بنانے کا واحد ذریعہ تھا۔

ہم سب اس بات پر بہت خوش ہیں کہ ہمارے ملک میں اناج، کپاس، پٹ سن، چقندر، وغیرہ کی بڑھتی ہوئی پیداوار کے ذریعے زرعی پیداوار زبردست رفتار سے آگے بڑھ رہی ہے۔ اس اضافے کا سبب کیا ہے؟ یہ جدید تیکنیکی آلات کا، ان متعدد جدید مشینوں کا اضافہ ہے جو پیداوار کی تمام شاخوں کی خدمت کر رہی ہیں۔ یہ عمومی طور پر مشینری کا معاملہ نہیں ہے؛ سوال یہ ہے کہ مشینری ساکت نہیں رہ سکتی، اسے ہر لمحہ لازماً بہتر بنانا چاہیے، پرانی مشینری کو کباڑے میں ڈال کر اس کی جگہ نئی، اور نئی کی جگہ زیادہ نئی مشینری لانی چاہیے۔ اس کے بغیر، سوشلسٹ زراعت کی پیش قدمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن سینکڑوں ہزاروں پہیے دار ٹریکٹروں کی جگہ کیٹرپلر ٹریکٹر لانے میں، دسیوں ہزاروں ہارویسٹ کمبائنوں کو جدید تر ہارویسٹ کمبائنوں سے بدلنے میں، یعنی صنعتی فصلوں کے لیے نئی مشینری تخلیق کرنے میں کیا چیز شامل ہے؟ اس میں اربوں روبل کا خرچہ شامل ہے جسے چھ یا آٹھ سال کے عرصے میں دوبارہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ کیا ہمارے اجتماعی کھیت ایسا خرچ برداشت کرنے کے قابل ہیں، حالانکہ ان کی آمدنی کروڑوں میں ہے؟ نہیں، وہ اس قابل نہیں کیونکہ وہ اس حالت میں نہیں ہیں کہ چھ یا آٹھ سال کے عرصے کے بعد اربوں روبل کا خرچ اٹھا سکیں۔ یہ خرچ صرف ریاست ہی برداشت کر سکتی ہے کیونکہ یہ اس حالت میں ہے کہ پرانی مشینوں کو نئی مشینوں سے بدلنے میں کباڑے کا نقصان برداشت کر سکے؛ کیونکہ صرف یہی اس حالت میں ہے کہ چھ یا آٹھ سالوں کے لیے یہ نقصان برداشت کر سکے اور اسے پھر سے پورا کر لے۔

اس صورتحال کے پیش نظر مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کو اجتماعی کھیتوں کی ملکیت بنانے کا اثر کیا ہو گا؟ اس کا اثر یہ ہو گا کہ اجتماعی کھیت بھاری نقصان اٹھائیں اور برباد ہو جائیں، زراعت کی مشین کاری کی بیخ کنی ہو جائے اور اجتماعی کھیتوں کی پیداوار کی ترقی سست پڑ جائے۔

چنانچہ نتیجہ یہ ہے کہ مشین اور ٹریکٹر اسٹیشنوں کو اجتماعی کھیتوں کی ملکیت کی حیثیت سے انہیں فروخت کر دینے کی تجویز میں، کامریڈ سانینا اور وینزر پرانی پسماندگی کی طرف پلٹنے کی تجویز دے رہے ہیں اور تاریخ کا پہیہ الٹا گھمانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ایک لمحے کے لیے فرض کرتے ہوئے کہ ہم کامریڈ سنینا اور وینزر کی یہ تجویز قبول کر لیتے ہیں کہ پیداوار کے بنیادی آلات، مشین اور ٹریکٹر اسٹیشن، اجتماعی کھیتوں کو ان کی ملکیت کی حیثیت سے فروخت کر دیے جائیں۔ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟

اس کا نتیجہ، سب سے پہلے، تو یہ ہو گا کہ اجتماعی کھیت پیداواری آلات کے مالک بن جائیں گے؛ یعنی، ان کا درجہ ایک استثنائی درجہ ہو گا، ایسا جو ہمارے ملک کے کسی اور کاروباری ادارے کو حاصل نہیں، کیونکہ، جیسا کہ ہم جانتے ہیں، کہ حتی کہ

قومیائے جاچکے کاروباری ادارے بھی پیداواری آلات کے مالک نہیں ہیں۔ ترقی اور فروغ کے کس خیال سے اجتماعی کھیتوں کا یہ استثنائی درجہ جائز ہو گا؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایسا درجہ مشترکہ کھیت ملکیت کو عوامی ملکیت کی سطح تک بلند کرنے میں معاون ہو گا، کہ یہ ہمارے معاشرے کی سوشلزم سے کمیونزم میں منتقلی کو مہمیز دے گا؟ کیا یہ کہنا زیادہ درست نہیں ہو گا کہ اس قسم کا درجہ اجتماعی کھیت ملکیت اور عوامی ملکیت کے درمیان خلیج کو صرف مزید گہرا کرے گا اور ہمیں کمیونزم کے نزدیک تر لانے کے بجائے، اس کے برعکس، اس سے دور لے جائے گا؟

اس کا نتیجہ، اس کے بعد، اجناس کی ترسیل کے دائرے میں وسعت ہو گا کیونکہ زرعی پیداوار کے آلات کی بہت بڑی مقدار اس کے حلقے میں آجائے گی۔ کامریڈ سنینا اور وینزر کا کیا خیال ہے؟ کیا اجناس کی ترسیل کے دائرے میں وسعت کا تخمینہ کمیونزم کی جانب ہماری پیش قدمی کو فروغ دینے کے لیے ہے؟ کیا یہ زیادہ سچی بات نہیں کہ یہ کمیونزم کی جانب ہماری پیش قدمی کو معذور کر دے گا؟

کامریڈ سنینا اور وینزر کی بنیادی غلطی اس حقیقت میں ہے کہ وہ سوشلزم میں اجناس کی ترسیل کی اہمیت اور کردار کو نہیں سمجھتے؛ کہ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ اجناس کی ترسیل سوشلزم سے کمیونزم میں منتقلی کے منصوبے سے ناموافق ہے۔ وہ ثابت شدہ طور پر یہ خیال کرتے ہیں کہ سوشلزم سے کمیونزم میں منتقلی اجناس کی ترسیل کے ذریعے بھی ممکن ہے، کہ اجناس کی ترسیل اس راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ یہ بہت گہری غلطی ہے جو مارکسزم پر ناکافی گرفت سے جنم لیتی ہے۔

اینگلز نے ڈیورنگ کی "معاشی کمیون" پر تنقید کرتے ہوئے، جو کہ اجناس کی ترسیل کے حالات میں روبہ عمل ہوتی ہے، اپنی تصنیف "قاطع ڈیورنگ" میں یہ دکھایا تھا کہ اجناس کی ترسیل ناگزیر طور پر ڈیورنگ کی نام نہاد "معاشی کمیون" سے سرمایہ داریت کے دوبارہ جنم تک لے جائے گی۔ یقیناً کامریڈ سنینا اور وینزر اس سے اتفاق نہیں کرتے۔ یہ ان کے لیے بہت برا ہے۔ لیکن ہم، یعنی مارکسی، اس مارکسی نکتے پر کاربند ہیں کہ سوشلزم سے کمیونزم میں منتقلی اور ضرورت کے مطابق اشیائے صرف کی تقسیم کا کمیونسٹ اصول اجناس کے تمام تبادلے کو خارج کرتا ہے، اور اس لیے اشیائے صرف کی اجناس میں منتقلی کو اور اس کے ساتھ قدر میں ان کی منتقلی کو بھی خارج کرتا ہے۔

کامریڈ سنینا اور وینزر کی تجاویز اور دلائل کے بارے میں اتنا کافی ہے۔

لیکن پھر اجتماعی کھیتوں کی ملکیت کو عوامی ملکیت کی سطح تک لے جانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟

اجتماعی کھیت کاروباری ادارے کی ایک غیر معمولی قسم ہے۔ یہ زمین پر کام کرتا ہے اور وہ زمین کاشت کرتا ہے جو ایک عرصے سے عوامی ہے اجتماعی کھیت کی زمین نہیں۔ چنانچہ، اجتماعی کھیت اس زمین کا مالک نہیں جس پر یہ کاشت کرتا ہے۔

مزید، اجتماعی کھیت ان بنیادی آلاتِ پیداوار کے ساتھ کام کرتا ہے جو عوامی ہیں، اجتماعی کھیت کی ملکیت نہیں۔ چنانچہ، اجتماعی کھیت اپنے بنیادی آلاتِ پیداوار کا مالک نہیں ہے۔

مزید، اجتماعی کھیت امدادِ باہمی کا کاروباری ادارہ ہے: یہ اپنے اراکین کی محنت استعمال کرتا ہے، اور یہ اپنی آمدنی کو اپنے اراکین میں یومِ کار کے یونٹوں کی بنیاد پر تقسیم کرتا ہے؛ یہ اپنے بیجوں کا مالک ہے، جو ہر سال نئے ہوتے ہیں اور پیداوار میں استعمال میں آتے ہیں۔

تو پھر اجتماعی کھیت کس چیز کا مالک ہے؟ وہ اجتماعی کھیت ملکیت کہاں ہے جسے یہ اپنی صوابدید سے، بالکل آزادانہ طور پر صرف کرتا ہے؟ اجتماعی کھیت کی یہ ملکیت اس کی پیداوار ہے، یعنی اجتماعی کاشتکاری کی پیداوار: اناج، گوشت، مکھن، سبزیاں، کپاس، چقندر، پٹ سن وغیرہ۔ اجتماعی کھیت کے کاشتکاروں کے گھریلوں پلاٹوں پر ان کی شخصی املاک اور عمارتوں کو شمار نہ کرتے ہوئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس پیداوار کا ایک خطیر حصہ، اجتماعی کھیت کی فاضل پیداوار، منڈی میں جاتی ہے اور اس طرح اجناس کی ترسیل کے نظام میں شامل ہو جاتی ہے۔ بالکل یہی وہ حالت ہے جو اس وقت اجتماعی کھیت ملکیت کو عوامی ملکیت کے سطح تک فروغ دینے میں رکاوٹ ہے۔ چنانچہ، یہی وہ مقام ہے جہاں سے اجتماعی کھیت ملکیت کو عوامی ملکیت کی سطح تک اٹھانے کے کام سے نپٹنا چاہیے۔

اجتماعی کھیت ملکیت کو عوامی ملکیت کی سطح تک بلند کرنے کے لیے اجتماعی کھیت کی فاضل پیداوار کو لازمی طور پر اجناس کی ترسیل کے نظام سے الگ کر کے اسے ریاستی صنعت اور اجتماعی کھیتوں کے درمیان اشیائے صرف کے تبادلے کے نظام میں شامل کرنا چاہیے۔ یہی اصل نکتہ ہے۔

اب تک ہمارے پاس اشیاء کے تبادلے کا کوئی ترقی یافتہ نظام نہیں ہے لیکن اس قسم کے نظام کے ابتدائی اجزاء زرعی اجناس کی "تجارت" کی شکل میں موجود ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ پہلے ہی کافی طویل عرصے سے، کپاس، پٹ سن، چقندر وغیرہ کی کاشتکاری کرنے والے اجتماعی کھیت "تجارتی" ہیں۔ وہ مکمل طور پر "تجارتی" نہیں، یہ سچ ہے، لیکن صرف جزوی طور پر، پھر بھی وہ "تجارتی" ہیں۔ بر سبیل تذکرہ، یہ زکر کر دیا جائے کہ "تجارتی" کوئی اچھا لفظ نہیں ہے اور اسے "اشیاء کے تبادلے" سے بدل دینا چاہیے۔ فریضہ یہ ہے کہ اشیاء کے تبادلے کے ان ابتدائی اجزاء کو زراعت کی تمام شاخوں تک پھیلانا چاہیے اور انہیں ایک وسیع نظام میں ترقی دینا چاہیے جس کے تحت اجتماعی کھیت نہ صرف اپنی اجناس کا پیسہ وصول کریں بلکہ بنیادی طور پر وہ سامان بھی جو انہیں درکار ہے۔ اس قسم کا نظام اس سامان کی تفویض میں زبردست اضافہ کرے گا جو دیہاتوں کو شہروں سے درکار ہے اور اس لیے اسے کسی قسم کی جلد بازی کے بغیر متعارف کرانا ہو گا اور صرف تب جب شہروں کی پیداواری اشیاء میں کافی اضافہ ہو جائے۔ لیکن اسے کسی ہچکچاہٹ کے بغیر، اجناس کی ترسیل کے عمل کے دائرے کو بتدریج سکیڑتے ہوئے اور پیداواری اشیاء کے تبادلے کے عمل کے دائرے کو وسیع کرتے ہوئے، متعارف کرنا ہو گا۔

اس قسم کا نظام اجناس کی ترسیل کے عمل کے دائرے کو سکیڑتے ہوئے، سوشلزم سے کمیونزم میں منتقلی میں سہولت فراہم کرے گا۔ مزید بر آں، یہ اس بات کو ممکن بنائے گا کہ اجتماعی کھیتوں کی بنیادی ملکیت کو، اجتماعی کھیتوں کی پیداوار کو، قومی منصوبہ بندی کے عمومی نظام میں شامل کیا جائے۔

ہمارے موجودہ حالات میں اجتماعی کھیت ملکیت کو عوامی ملکیت کی سطح تک بلند کرنے میں یہی حقیقی اور مؤثر وسیلہ ہو گا۔

کیا ایسا نظام اجتماعی کھیت کے کسانوں کے لیے فائدہ مند ہو گا؟ یقیناً ہو گا۔ اس کے ذریعے اجتماعی کھیتوں کے کاشتکار ریاست سے اس سے کہیں زیادہ پیداواری اشیاء وصول کریں گے جو وہ اجناس کی ترسیل کے نظام کے تحت کرتے ہیں اور ان کی قیمت بھی کافی کم ہو گی۔ ہر کوئی جانتا ہے کہ وہ اجتماعی کھیت جن کے حکومت کے ساتھ پیداوار کے تبادلے ("تجارت") کا معاہدہ ہے انہیں ان اجتماعی کھیتوں سے ناقابلِ موازنہ حد تک زیادہ فوائد حاصل ہوتے ہیں جن کا حکومت کے ساتھ تجارتی معاہدہ نہیں ہے۔ اگر پیداوار کے تبادلے کا نظام ملک کے تمام اجتماعی کھیتوں تک پھیلا دیا جائے تو یہ فوائد تمام اجتماعی کھیتوں کے کسانوں کو دستیاب ہو جائیں گے۔

جوزف اسٹالن۔28 ستمبر، 1952

حوالہ جات

1۔ کامریڈیاروشینکو کا مرکزی کمیٹی کے پولٹ بیورو کو خط

2۔ توسیعی اجلاس میں کامریڈیاروشینکو کی تقریر

3۔ ورکنگ پینل لے مباحثے میں کامریڈیاروشینکو کی تقریر

4۔ توسیعی اجلاس میں کامریڈیاروشینکو کی تقریر

5۔ کارل مارکس، "اجرتی محنت اور سرمایہ"، کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کی منتخب تصانیف، انگریزی ایڈیشن، ماسکو، 1951، جلد 1، صفحہ 83۔

6۔ کارل مارکس، "سیاسی معیشت کی تنقید کا پیش لفظ"، کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کی منتخب تصانیف، انگریزی ایڈیشن، ماسکو، 1951، جلد 1، صفحات 29-328۔

7۔ وی۔ آئی۔ لینن، "ہماری داخلی اور خارجی حالت اور پارٹی کے فرائض"، کلیات، روسی ایڈیشن، جلد 31۔

8۔ کارل مارکس، "گوتھا پروگرام پر تنقید"، کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کی منتخب تصانیف، انگریزی ایڈیشن، ماسکو، 1951، جلد 2، صفحہ 23 اور 71۔

9۔ فریڈرک اینگلز، قاطع ڈیورنگ، انگریزی ایڈیشن، ماسکو، 1954، صفحہ 408، 71۔

10۔ ایضا، صفحہ 208۔

11۔ وی۔ آئی۔ لینن، بخارن کی "عبوری دور کی معاشیات" پر تنقیدی تبصرہ، روسی ایڈیشن۔

12۔ فریڈرک اینگلز، قاطع ڈیورنگ، انگریزی ایڈیشن، ماسکو، 1954، صفحہ 209۔

13۔ کارل مارکس، "اجرتی محنت اور سرمایہ"، کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کی منتخب تصانیف، انگریزی ایڈیشن، ماسکو، 1951، جلد 1، صفحہ 83۔

14۔ کارل مارکس، "قدرِ زائد کا نظریہ"، کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کی منتخب تصانیف، جرمن ایڈیشن، جلد 26، حصہ دوئم، باب 18۔

15۔ دیکھیے اس کتب کا صفحہ 40 اور 41۔

16۔ توسیعی اجلاس میں کامریڈیاروشینکو کی تقریر

17۔ ایضا

18۔ یہاں V سے مراد بدلتا سرمایہ اور M سے مراد قدرِ زائد ہے اور C سے مراد مستقل سرمایہ ہے۔ فارمولے کے لیے دیکھیے، کارل مارکس، سرمایہ، انگریزی ایڈیشن، جلد 2، باب 20۔

19۔ توسیعی اجلاس میں کامریڈیاروشینکو کی تقریر

20۔ کامریڈیاروشینکو کا مرکزی کمیٹی کے پولٹ بیورو کو خط

21۔ کارل مارکس، انگریزی ایڈیشن، جلد 2، باب 20، سیکشن 6۔

22۔ نکولائی گوگول کے کھیل "انسپکٹر جنرل" کے مرکزی کردار، خلیستاکوف، کے حوالے سے، یعنی بہروپیا اور شیخی باز